رسالہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت پیر سید قطب علی شاہ بخاری قادری پیر محلوی ؒ



رسالہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم

تصنیف

حضرت پیر سید قطب علی شاہ صاحب

بخاری قادری پیر محلویؒ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ناشر ——— پیر سید اسرار حسین شاہ
سجادہ نشین دربار قطبیہ سندیلیانوالی شریف ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ

مطبع ——— شرکت پرنٹنگ پریس ۴۳ نسبت روڈ۔ لاہور

اشاعتِ اوّل (بشکلِ نو) ——— ستمبر ۱۹۹۸ء

تعداد ——— ۳۰۰۰ (تین ہزار)

کمپیوٹر کمپوزنگ ——— سلور لنک

قیمت -/۲۵ روپے



حضرت پیر سیّد قطبؒ علیؓ شاہ بُخاری قادری پیر محلّویؒ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرضِ ناشر

حسبِ وعدہ میری طرف سے ایک اور کتاب جس کا نام **رسالہ حیات النبیؐ** جو کہ حضرت پیر سید قطب علی شاہ بخاری پیر محلوی کی تصنیف ہے نئے جوش و جذبہ اور گلہائے عقیدت کے ساتھ پیش کی جا رہی ہے۔

یہ تصنیف کئی بار چھپی۔ لیکن کسی موقع پر بھی اسکی تصحیح و تشکیل کی طرف خاطر خواہ توجہ نہ دی جا سکی۔ لیکن اس بار یہ کوشش کی جا رہی ہے کہ اسے موضوع کے مطابق سہل اور جاذبِ نظر بنایا جائے چنانچہ اسے جدید طریقہ کار یعنی کمپیوٹر کی مدد سے کمپوزنگ کر کے اور خوبصورت سرورق کے ساتھ پیش کرنے کی جسارت کی جا رہی ہے۔ جو اس کتاب کے متن کے ساتھ پورا انصاف اور پڑھنے والے کے لیے پوری دلجمعی اور خشوع و خضوع کا باعث ہو گی۔

مجھے امید ہے کہ اس کتاب کی یہ تشکیل نو قارئین کے لیے زیادہ آسان اور فائدہ مند ثابت ہو گی۔ کیونکہ اب اس کتاب کے موضوعات اور عنوانات کو مزید وضاحت کے ساتھ پیش کیا گیا ہے تاکہ اس سے استفادہ حاصل کرنے والے اس سے زیادہ سے زیادہ مستفید ہو سکیں۔ اس کتاب کے بعد انشاء اللہ پیر صاحب کی دوسری تصانیف بھی اسی انداز سے پیش کی جائیں گی جس کی تیاری کا کام پوری عقیدت و اہتمام کے ساتھ جاری و ساری ہے۔

خادم آستانہ عالیہ

سید اسرار حسین شاہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست ترتیب نو

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ ○

دیباچہ

اَلحَمدُ لِلّٰہِ رَبِّ العَالَمِینَ وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُولِہٖ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَ اَصحَابِہٖ اَجمَعِینَ

اَمَّا بَعدُ بندہ خادم الفقرا سید قطب علی شاہ قادری متوطن پیر محل ۱۳۴۳ھ تیراں سو تینتالیس ہجری میں عرض کرتا ہے کہ فرقہ وہابیہ کے عقائد تو ہر خاص و عام خوب جانتا ہے کہ ان کو کوئی چیز بھی شرک سے خالی نظر نہیں آتی۔ مگر میں ان سب سے قطع نظر کر کے صرف ان باتوں کو تحریر کرتا ہوں۔ کہ جن سے یہ ہمارے رسول علیہ السلام و اولیاء کرامؒ کی شان میں شرک وغیرہ کے الزام لگاتے ہیں۔

جیسا کہتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب نہ تھا۔ اور نہ ہی وہ حاضر ناظر ہیں نہ حیات النبیؐ ہیں۔ اور نہ اب زندہ ہیں۔ اور یہ بھی کہ وہ ہم جیسے بشر ہیں۔ ان کو حاضر و ناظر اور زندہ وغیرہ کہنا شرک ہے۔ اور آنحضرتؐ کی مزار شریف پر سفر کر کے جانا شرک ہے۔ اور اسی طرح ہر انبیاءؑ و اولیاءؒ کی نسبت بھی کہتے ہیں۔ کہ ان سے حاجت وغیرہ طلب کرنی شرک ہے۔ اور ان کی منت و نذر نیاز دینا شرک ہے۔ اور ان کے پاؤں کو بوسہ دینا اور تعظیمی سجدہ کرنا شرک ہے وغیرہ وغیرہ۔

پس وہابیوں کی نظیر دے کر میں نے یہ تحریر اس واسطے کی ہے کہ اکثر آج کل کے تو ہمارے بھی علماء کا یہی حال ہے۔ گو آپ حنفیہ تو کہلاتے ہیں۔ مگر تمام پیروی وہابیوں کی کرتے جاتے ہیں۔ کیونکہ یہ بھی ان کی طرح اور انہیں لفظوں سے پیغمبر علیہ السلام و اولیائے کرامؒ کی ہتک و توہین کرتے ہیں۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ اکثر آج کل کے علماء علم ظاہر کے تو ماہر مگر علم باطن کے جاہل ہیں۔ اس قصور کے سبب ان کے ظاہری علم میں فتور پڑ گیا۔ جس سے انبیاءؑ و اولیاؒ کا پورا شان پہچان نہ سکے۔

جیسا کہ امیر علیہ السلام کا قول ہے۔ "عِلمُ الظَّاھِرِ عَینُ الاِنسَانِ وَعِلمُ البَا

ﭑطِنِ نُوْرُ الْعَیْنِ وَالْعَیْنُ بِغَیْرِ نُوْرٍ عُمْیٌ" یعنی ظاہر علم آدمی کی آنکھ ہے اور باطنی علم آنکھ کا نور ہے اور بغیر نور کے آنکھ اندھی ہے۔ پس اسی طرح باطن کے سوا ظاہر علم اندھا اور بے سود ہے۔ تب ہی تو آنحضرتؐ کے کمالات اور اولیاؒ کے درجات کو اندھی آنکھ دیکھ نہیں سکتی۔

اے جاہل تو حضرتؐ کا شان کیا جان سکتا ہے؟ ان کے فضائل اور مخفی راز تو کسی صوفی عاشق زار سے پوچھ۔ ورنہ کور را آئینہ چہ کُند۔

اور علم باطن وہ ہے۔ جس کے واسطے موسیٰ علیہ السلام حضرت خضر علیہ السلام کے پاس گئے۔ جن کی باتیں حضرت موسیٰؑ بھی سمجھ نہ سکے۔ جس کا قرآن حکیم میں مفصل بیان ہے' اور بھی جس علم کے اشارات حروف مقطعات ہیں۔ لیکن وہ علم باطن بغیر پیر کامل کے حاصل نہیں ہو سکتا۔ اسی لئے بغیر پیر کے کوئی مراتب پذیر نہیں ہوا۔ مگر افسوس آج کل کے علماء تو باطنی علم کی طرف توجہ بھی نہیں کرتے۔ توجہ تو کیا بعض عالم تو اس باطنی علم کا نام بھی نہیں جانتے۔ اور بعض عالم تو ظاہر علم کے فخر سے پیر کا ملنا بھی ہتک جانتے ہیں اور بعض تو بیعت کی شرط بھی کرتے ہیں۔ مگر وہ بھی اس کے ساتھ جو آپ سے علم ظاہر کا زیادہ ماہر ہو۔ باطن کو تو کوئی پوچھتا نہیں۔

پس اسی سبب تو یہ لوگ علم باطن سے جاہل رہتے ہیں۔ اور انبیاءؑ و اولیاؒ کی شان میں بدگمان ہو کر وہابیوں کی طرح ان کی ہتک و توہین کرتے ہیں۔

چنانچہ ایک دن مولوی محمدؐ یار صاحب سکنہ گڑھی اختیار خاں ریاست بہاولپور نے وعظ میں ہمارے حضرت محمد علیہ السلام و اولیائے کرامؒ کے کچھ اس طرح فضائل بیان فرمائے۔ کہ وہ زندہ ہیں۔ علم غیب کو جانتے ہیں۔ حاضر و ناظر ہیں۔ دعا سنتے ہیں۔ امداد کو پہنچتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ ان کے مقابل غلام محمدؐ گھوٹوی۔ مولوی محمدؐ علیم صاحب ملتانی۔ مولوی سید غلام حسینؒ شاہ مدرس مدرسہ نعمانی ملتان۔ مولوی غلام رسولؐ صاحب مدرس ضلع مظفر گڑھ۔ مولوی سید دین محمدؐ ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خاں وغیرہ وغیرہ نے مولوی محمدؐ یار موصوف پر ان فضائل حضرتؐ کی بابت کفر کا فتویٰ لگا کر شائع کرا دیا۔ جس کا مضمون یہ ہے۔

کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کو ماننے والا مشرک ہے۔ اور بھی آنحضرتؐ کو حاضر و ناظر جاننا شرک ہے۔ اور حضورؐ کو بشر نہ کہنا شرک ہے۔ اور بھی انبیاءؑ و اولیاءؒ دور سے آواز سن نہیں سکتے۔ ان کو یا کہہ کر پکارنا شرک ہے۔ اور ان سے حاجت طلب کرنی شرک ہے۔ اور اولیاءؒ کے پاؤں کو بوسہ دینا شرک ہے۔ اور ان سے دعا مانگنا شرک ہے۔ اور ان کو تعظیمی سجدہ کرنا بھی شرک ہے۔ اور بزرگانؒ کی منت ماننا۔ اور ان کی نذر و نیاز دینی شرک ہے وغیرہ وغیرہ۔

ہم پوچھتے ہیں کہ وہابی لوگ بھی تو اسی طرح اور انہی لفظوں کے ساتھ ہمارے پیغمبر علیہ السلام اور تمام اولیاء کرامؒ کی ہتک و توہین کرتے ہیں۔ پھر تمہارا اور ان کا کونسا فرق باقی رہا۔ کچھ انصاف کرو۔ اور اپنے مذہب کا پاس کرو۔ تعجب تو یہ آتا ہے کہ نہ کسی کے پاس کوئی سند ہے اور نہ ثبوت۔ صرف دیکھو دکھائی کر کے ایک دوسرے کے پیچھے چلے جاتے ہیں۔ جیسا کہ آج کل دیو بند کے علماء اور اکثر نقشبند کے فقراء بھی اسی طرح ان باتوں پر کفر کے فتوے دے رہے ہیں۔

ہم حیران ہیں۔ کہ ان ہمارے علماء کو اس فتویٰ دینے کے وقت وہ حضرتؐ کی حدیث بھی یاد نہ آئی۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کو لعنت نہ کرے۔ کیونکہ وہ دونوں میں سے ایک پر تو ضرور پلٹ پڑتی ہے۔ اگر وہ لائق لعنت ہے تو اس پر پڑی۔ ورنہ کہنے والا خود لعنتی ہوا۔ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْھَا

اسی واسطے تو علماء اور اولیاءؒ فرماتے ہیں کہ کسی مسلمان کا نام لے کر یہ نہ کہے کہ فلاں کافر یا لعنتی یا بے ایمان وغیرہ ہے۔ اگر وہ اس طرح نہیں تو کہنے والا خود اس لفظ کا مصداق ہو جاتا ہے۔

اے بھائیو! خدا سے ڈرو۔ اپنے ایمان کا پاس کرو۔ ان عقائد فاسدہ کو چھوڑو۔ خدا کے قرآن و حضرتؐ کی احادیث سے منہ نہ موڑو۔ ابھی تو توبہ کا وقت ہے۔ کل قیامت کا دن نہایت سخت ہے۔ دیکھو ان تمہاری ہر ایک بات کو بھی ہم تردید کر کے اہل دید صاحب فہمید کے پیش کرتے ہیں۔ پھر ہر ایک دین کے صرّاف سے انصاف چاہتے ہیں۔

علم غیب کا ثبوت

اول ہم علم غیب کا کچھ بیان کرتے ہیں۔ چنانچہ حق سبحانہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ عَالِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ (ترجمہ) یعنی اللہ جاننے والا ہے علم غیب کا نہیں خبر دیتا اپنے غیب کی کسی کو مگر جو پسند کر لیا کوئی رسولؐ

پس انبیاءؑ کو علم غیب کا ہونا تو قرآن سے ثابت ہو گیا۔ مطلق نفی تو چلی گئی۔ مگر اس میں اتنا فرق ہے کہ خدا کو علم غیب خود ذاتیہ ہے اور انبیاءؑ کو عطیہ۔

پھر اگلی آیت میں بھی فرمایا۔ مَا کَانَ اللّٰهُ لِیُطْلِعَکُمْ عَلَی الْغَیْبِ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ یَجْتَبِیْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ یَّشَآءُ (ترجمہ) نہیں خبردار کرتا اللہ تم کو اوپر غیب کے لیکن اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے اپنے پیغمبروںؑ میں سے جس کو چاہتا ہے۔

پھر آگے فرماتا ہے قولہ تعالیٰ وَمَا هُوَ عَلَی الْغَیْبِ بِضَنِیْنٍ۔ (ترجمہ) یعنی وہ نہیں ہے اوپر غیب کے بخیل یعنی وہ غیب کی خبر بتانے پر بخیلی نہیں کرتا۔ یعنی سخی ہے۔

پس سخی کا فیض عام ہوتا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ بغیر پیغمبروںؑ کے بعضے اور اپنے دوستوں کو بھی اس علم غیب کی خبر دیتا ہے۔

اور جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض جگہ اپنی ذات سے علم غیب کی نفی فرمائی ہے جیسا آیت شریفہ قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَکُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَیْبَ یعنی حضرتؐ نے فرمایا۔ کہ میں تم کو یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس خزائن خدا ہیں۔ اور میں غیب جانتا ہوں۔

پس اس کی مفسر دو وجہ لکھتے ہیں۔ ایک تو حضرتؐ نے اپنی کسر نفسی فرمائی اور خدا کی ربوبیت و اپنی عبودیت کو پسند رکھ کر ادب کو قائم فرمایا۔ جیسا کہ صاحب تفسیر خازن بھی جلد دوم صفحہ ۱۶ پر فرماتے ہیں۔ اِنَّمَا نَفٰی عَنْ نَفْسِهِ الشَّرِیْفَةِ هٰذِهِ الْاَشْیَاءَ تَوَاضُعًا لِلّٰهِ تَعَالٰی وَاعْتِرَافًا بِالْعُبُوْدِیَّةِ۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اشیاء کی اپنی ذات سے محض اس لئے نفی فرمائی۔ کہ آپؐ کو بارگاہ الٰہی میں تواضع

مقصود تھی۔

دوسری وجہ اپنی ذات سے علم غیب کی نفی فرمانے کی یہ ہے۔ جیسا کہ تفسیر حسینی میں سورۃ مریم میں ہے کہ مواہب میں رکن الدین علاؤ الدولہ سمنانی قدس سرہ فرماتے ہیں۔ بلکہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تین صورتیں ہیں۔ ایک بشری قولہ تعالیٰ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یعنی حضرتؐ نے فرمایا۔ میں تمہاری طرح ایک بشر ہوں۔ دوم ملکی۔ جیسا کہ فرمایا اِنِّیْ لَسْتُ کَاَحَدِکُمْ اِنِّیْ اَبِیْتُ عِنْدَ رَبِّیْ ھُوَ یُطْعِمُنِیْ وَ یَسْقِیْنِیْ یعنی میں تمہاری مثل نہیں ہوں' میں اپنے رب کے نزدیک رات گزارتا ہوں' وہ مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔ سوم حقی جیسا کہ فرمایا لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ لَا یَسَعُنِیْ فِیْہِ مَلَکٌ مُقَرَّبٌ وَّ لَا نَبِیٌّ مُّرْسَلٌ یعنی میرا اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسا وقت آتا ہے جس میں نہ کوئی مقرب فرشتہ سما سکتا ہے۔ اور نہ نبی اور نہ مرسل۔ اور بھی اس سے زیادہ روشن یہ حدیث ہے۔ فرمایا! مَنْ رَآءَنِیْ فَقَدْ رَاَی الْحَقَّ یعنی جس نے مجھ کو دیکھا تحقیق اس نے خدا کو دیکھا۔

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صورت بشری و ملکی سے علم غیب کی نفی کی۔ جس کی اکثر عالم حجت پکڑتے ہیں۔ مگر صورت حقی کو نہیں دیکھتے۔ دیکھو اپنی صورت حقی کے متعلق تو حضرتؐ نے علم غیب کو اظہر من الشمس عیاں فرمایا ہے۔ جس میں اکثر آیات اور بہت سی احادیث اور فضائل اور دلائل ہیں۔ جن کو تو کچھ ہم بھی ناظرین صاحب دین کے پیش کرتے ہیں۔

چنانچہ عینی شرح بخاری جلد ۸ صفحہ ۶۸ پر اور بھی قسطلانی مطبوعہ مصر جلد ۶ صفحہ ۱۸۵ میں ہے کہ ایک صحابیؓ نے ایک قصیدہ آنحضور صلی اللہ وسلم کے سامنے پڑھا۔ اس میں یہ شعر بھی تھا۔

وَاَشْھَدُ اَنَّ اللّٰہَ لَا رَبَّ غَیْرُہٗ وَاَنَّکَ مَامُوْنٌ عَلٰی کُلِّ غَائِبٖ

ترجمہ: میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور نیز یہ بھی شہادت دیتا ہوں کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تو ہر غیب کے امر پر مامون ہے۔

روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اشعار کو سن کر تبسم فرمایا اور

محظوظ ہوئے۔ دیکھو اگر آنجناب ؐ کو علم غیب نہ ہوتا۔ یا شرک و کفر ہوتا۔ تو کیا آپ ؐ اس کو منع نہ کرتے۔ کیونکہ آپ ؐ حجتہ اللہ تھے۔ کیا یہ ممکن ہے کہ نبی ؐ کے سامنے خلاف احکام نبوت کوئی کام کیا جاوے اور وہ منع نہ کریں۔ بلکہ سن کر آپ ؐ تبسم فرماویں۔

پس شرح بخاری و قسطلانی سے صاف ثابت ہوا۔ کہ کل غیب شے پر آپ ؐ مامون و محیط ہیں۔ دیکھو کسی شخص نے کوئی کام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کیا۔ اور آپ ؐ نے بعد ملاخطہ اس کو پسند فرمایا، یا منع نہ کیا، تو یہ بھی آپ ؐ کی حدیثوں میں سے ایک قسم کی صحیح حدیث ہے۔

اور بھی علماء اسلام میں آج تک تو یہ بھی دستور چلا آتا ہے، کہ جب حروف مقطعات کے ترجمہ کا وقت آتا ہے۔ تو مفسر فرمایا کرتے ہیں کہ اس علم کو اللہ اور رسول ؐ خوب جانتا ہے۔

اور یہ بھی ثابت ہے کہ تمام علم مغیبات و معلومات ظاہر و باطن کے رموز و اسرار قرآن میں درج ہیں۔ اس سے کوئی چیز باہر نہیں۔ جیسا کہ کسی بزرگ کا قول ہے۔

جَمِیعُ الْعِلْمِ فِی الْقُرْاٰنِ لٰکِنْ تَقَاصَرَ عَنْہُ اِفْہَامُ الرِّجَالِ

ترجمہ : تمام علوم قرآن میں درج ہیں۔ لیکن اکثر لوگوں کی عقلیں ان کے سمجھنے سے قاصر ہیں۔

جیسے حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ کُلُّ صَغِیْرٍ وَّ کَبِیْرٍ مُّسْتَطَرٌ یعنی قرآن میں چھوٹی و بڑی سب چیزیں لکھی ہوئی ہیں۔ دیگر وَ لَا حَبَّۃٍ فِیْ ظُلُمَاتِ الْاَرْضِ وَ لَا رَطْبٍ وَّ لَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ کِتَابٍ مُّبِیْنٍ۔ یعنی فرمایا کوئی دانہ کوئی پتا خشک کوئی تر اور دنیا میں کوئی چیز نہیں جو قرآن میں درج نہ ہو۔

دیگر وَ نَزَّلْنَا عَلَیْکَ الْکِتَابَ تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْئٍ یعنی ہم نے تجھ پر کتاب اتاری ہے اے محمد ؐ جس میں بیان ہے ہر شے کا)

دیگر مَا فَرَّطْنَا فِی الْکِتَابِ مِنْ شَیْئٍ ۔ فرمایا۔ ہم نے قرآن میں کچھ نہیں چھوڑا۔ سب کچھ لکھ دیا ہے۔

اور صاحب تفسیر اتقان اس آیتہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں مَا مِنْ شَیْئٍ فِی الْعَالَمِ اِلَّا وَ ھُوَ فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ یعنی دنیا میں کوئی چیز ایسی نہیں جو کتاب اللہ میں درج نہ ہو۔ پس یہ تو ہر کس تسلیم کرتا ہے۔ کہ قرآن کا عالم نبی علیہ السلام سے بڑھ کر دنیا میں اور کوئی نہیں ہے۔ کیونکہ جس پر قرآن اترا ہے۔ وہی اس کو اچھی طرح سمجھ سکتا ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ جو قرآن حکیم میں ظاہر و باطن کے علوم تھے۔ وہ تو سب کے سب حضرتؐ کو معلوم تھے۔ جس سے صاف ثابت ہو گیا۔ کہ یقیناً" حضور صلی اللہ علیہ وسلم علم غیب کے عالم و علم ماکان و مایکون کے بھی واقف تھے۔ کیونکہ یہ علم بھی قرآن سے باہر نہیں ہے۔

اور علم غیب کی بابت تو ذرا کچھ اور بھی کان لگا کر سنیئے۔ مولانا ابوالبرکات تفسیر مدارک التنزیل مطبوعہ افضل المطابع دہلی صفحہ ۱۴۶ پر تحت آیت شریفہ وَعَلَّمَکَ مَا لَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ اس طرح تحریر فرماتے ہیں۔ مِنْ اُمُوْرِ الدِّیْنِ وَالشَّرَائِعِ اَوْ مِنْ خَفِیَّاتِ الْاُمُوْرِ وَضَمَائِرِ الْقُلُوْبِ یعنی حضرتؐ کو علاوہ علم شریعت کے اور تمام پوشیدہ امور کا عالم بنایا۔ اور تمام دلوں کے پوشیدہ بھیدوں کا واقف بنا دیا یعنی آپؐ شریعت کے علاوہ اور علموں کے بھی واقف ہوئے۔ یعنی علم غیب کے بھی۔

اور بھی صاحب تفسیر حسینی آیت مذکور کے ذیل میں اس طرح ارقام کرتے ہیں۔ اور وہ صاحب بحرالحقائق سے منقول کرتے ہیں کہ آں علم ماکان وما سیکون ہست کہ حق سبحانہ' تعالیٰ در شب اسریٰ بداں حضرتؐ عطا فرمود چنانچہ درحدیث معراج آمدہ است کہ من در زیر عرش بودم قطرہ در حلق من ریختند فَعَلِمْتُ بِھَا مَا کَانَ وَمَا سَیَکُوْنُ۔ (ترجمہ) حضرتؐ نے فرمایا۔ میں زیر عرش تھا۔ ایک قطرۂ عرفان و محبت میرے حلق میں گرایا گیا۔ پس بوجہ اس کے مجھے علم ماکان و سیکون حاصل ہو گیا۔ یعنی علم اس شے کا جو ہو چکی ہے' اور جو اب ہے۔ اور جو آئندہ ہو گی۔ کیوں صاحب یہی علم غیب ہے یا نہیں۔ خیر آگے چلیئے۔ کچھ اور بھی سنیئے!

شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمتہ کتاب مدارج النبوۃ مطبوعہ افضل المطابع دہلی صفحہ ۱۹۲ میں قصۂ معراج کو رسول علیہ السلام سے یوں منقول کرتے ہیں۔ جس کا میں

صرف ترجمہ لکھتا ہوں۔ یعنی حضرتؐ نے فرمایا' مجھے آواز آئی۔ کہ قریب ہو اے تمام جہان سے بہتر۔ قریب ہو اے احمدؐ قریب ہو اے محمدؐ۔ حضرتؐ فرماتے ہیں کہ پھر میرے پروردگار نے مجھے اپنے نزدیک کر لیا۔ اور میں اس حال میں ہو گیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنیٰ یعنی میرے اور میرے حبیبؐ میں فقط دو کمان کا فرق یا اس سے بھی کم رہ گیا۔ پھر خدا نے مجھ سے کوئی بات پوچھی۔ میں جواب نہ دے سکا۔ پس خداوند کریم نے اپنے ہاتھ کو جو بے کیف و بے تحدید تھا۔ میرے شانوں کے درمیان رکھا' مجھے سینے سے ایک سردی سی معلوم ہوئی۔ پھر مجھے پروردگار نے علم اولین و آخرین عطا کیا۔ اور مجھے چند اقسام کے علوم خدا نے سکھائے۔ ایک تو وہ علم تھا کہ جس کی بابت مجھ سے عہد کیا کہ کسی کو نہ بتاؤں اور بغیر میرے کوئی بھی اس کی برداشت کی طاقت نہیں رکھتا۔ دوسرا وہ علم جس کی بابت مجھے اختیار دیا گیا۔ خواہ اسے ظاہر کروں' یا پوشیدہ رکھوں۔ تیسرا وہ کہ جس کی تبلیغ کا مجھے خاص و عام امت کے لئے حکم ہوا یعنی شریعت۔

پس اس حدیث سے بھی ثابت ہوا۔ کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کل علوم کے عالم تھے۔

پھر کچھ آگے چل کر مولانا شاہ عبدالحق صاحب اسی کتاب میں اس حدیث کو اس طرح بھی نقل کرتے ہیں۔ میں اس کا بھی صرف ترجمہ لکھتا ہوں۔ یعنی حضرتؐ نے فرمایا۔ کہ ایک قطرہ عرش سے میرے قریب ہوا۔ اور میری زبان پر پڑا۔ میں نے ایسی چیز کو چکھا۔ کہ دنیا میں کسی نے اس سے بہتر چیز کا ذائقہ نہ لیا ہو گا۔ اور مجھے اولین و آخرین کی خبر حاصل ہو گئی۔ اور میرے دل کو روشن کر دیا۔ اور نور عرش نے میری نظر کو ڈھانپ لیا۔ پس تمام اشیاء کو میں نے اپنے دل میں دیکھ لیا۔ اور میں نے اپنے پیچھے اس طرح دیکھ لیا۔ جیسا کہ آگے سے دیکھتا تھا۔

کیوں صاحب! علم غیب اسی کو کہتے ہیں یا نہیں؟ کہ جس کو اولین و آخرین کی خبریں حاصل ہوں' اور جو تمام اشیاء کو بھی دل میں دیکھ لیا کریں۔ اور بھی جس طرح آگے سے دیکھا جاتا ہے۔ اسی طرح پیچھے سے بھی دیکھا کریں۔ ذرا توجہ فرماؤ ——

اور سنیئے!

صحیح مسلم میں حضرت عمرو بن اخطب انصاری رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ہے کہ ایک دن رسول علیہ السلام نے نماز فجر سے غروب آفتاب تک خطبہ فرمایا۔ درمیان میں سوائے نماز ظہر و عصر کے اور کچھ کام نہ کیا۔ فَاَخْبَرَنَا بِمَا هُوَ كَائِنٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ فَاَعْلَمُنَا اَحْفَظُنَا یعنی پس خبر دی رسول اللہ نے ہم کو تمام ان امور کی جو قیامت تک ہونے والے ہیں۔ پس ہم میں سے زیادہ عالم وہ ہے۔ جس کو زیادہ حدیثیں یاد ہوں۔

مشکوۃ - کتاب الفتن۔ امام احمد قسطلانی۔ کتاب مواہب لدنیہ باب اخبار الغیوب میں بروایت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ (حدیث) اِنَّ اللّٰهَ قَدْ رَفَعَ لِيَ الدُّنْيَا فَاَنَا اَنْظُرُ اِلَيْهَا وَاِلٰى مَا هُوَ كَائِنٌ فِيْهَا اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ كَاَنَّمَا اَنْظُرُ اِلٰى كَفِّيْ هٰذِهٖ یعنی حضرت نے فرمایا کہ خداوند کریم نے تمام دنیا کو میرے سامنے کیا' اور میں اسے دیکھ رہا ہوں جو کچھ کہ اس میں ہے' اور جو اس میں ہو گا۔ قیامت تک اور دنیا کے تمام اطراف و جوانب میرے سامنے یوں ہیں۔ جیسے ہاتھ کی ہتھیلی ہے۔ یعنی جیسے ہاتھ کی ہتھیلی میں لکیریں خورد و کلان نظر میں آسکتی ہیں۔ ایسا دو جہان کی اشیاء کو میں دیکھ رہا ہوں۔

پس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا علم غیب تو اس قدر ثبوت کو پہنچ گیا۔ کہ اب کسی کا چون و چرا باقی نہیں رہا۔ مگر منکروں کے انکار کا بھی بحر بے کنار ہے۔

اور بھی پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑے شریف والے اپنی کتاب اِعْلَاءُ كَلِمَةِ اللّٰهِ فِيْ بَيَانِ وَمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ کے صفحہ ۳۷ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چند حدیثیں علم غیب کے متعلق تحریر فرماتے ہیں۔ وَهُوَ هٰذَا۔ (۱) اَخْرَجَ الْبُخَارِيُّ عَنْ عُمَرَ قَالَ قَامَ فِيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَامًا فَاَخْبَرَنَا عَنْ بَدْءِ الْخَلْقِ حَتّٰى دَخَلَ اَهْلُ الْجَنَّةِ مَنَازِلَهُمْ وَاَهْلُ النَّارِ مَنَازِلَهُمْ وَفِي الْمُتَّفَقِ عَلَيْهِ

(۲) عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ لَقَدْ خَطَبَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُطْبَةً مَا تَرَكَ فِيْهَا شَيْئًا اِلٰى قِيَامِ السَّاعَةِ الْحَدِيْثَ

(۳) وَاَخْرَجَ الطِّبْرَانِیُّ عَنْ اَبِیْ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ رَفَعَ لِیَ الدُّنْیَا فَاَنَا اَنْظُرُ اِلَیْھَا وَاِلٰی مَا ھُوَ کَائِنٌ فِیْھَا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ کَاَنَّمَا اَنْظُرُ اِلٰی کَفِّیْ ھٰذَا

(۴) قَالَ الزَّرْقَانِیُّ قَوْلُہٗ قَدْ رَفَعَ اَیْ اَظْھَرَ وَکَشَفَ لِیَ الدُّنْیَا بِحَیْثُ اَحطتُّ بِمَا فِیْھَا

(۵) وَفِی الْمُسْلِمِ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْاَخْطَبِ فِیْ حَدِیْثٍ طَوِیْلٍ فَاَخْبَرَنَا بِمَا کَانَ وَبِمَا ھُوَ کَائِنٌ فَاَعْلَمُنَا اَحْفَظُنَا

(۶) وَفِیْ مِشْکٰوۃِ فِیْ حَدِیْثٍ طَوِیْلٍ فَعَلِمْتُ مَا فِی السَّمٰوٰاتِ وَالْاَرْضِ

(۷) وَفِیْ فَتْحِ الْعَزِیْزِ تَحْتَ قَوْلِہٖ تَعَالٰی وَیَکُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْکُمْ شَھِیْدًا۔ کی تفسیر میں مفسرؒ اس طرح فرماتا ہے۔ یعنی باشد رسول خدا برشما گواہ زیرا کہ او مطلع است بنور نبوت بر رتبہ ہر متدین بدین خود کہ در کدام درجہ از دین من رسیدہ و حقیقت ایمان اوچیست و حجابے کہ بداں از ترقی مجوب ماندہ کدام است پس اوے شناسد گناہاں شمارا و درجات ایمان شمارا و اعمال نیک و بد شمارا و اخلاص و نفاق شمارا انتہی بقدر الحاجت قول مفسر۔

(۸) قَالَ الْعَلَّامَۃُ الْخَطِیْبُ فِی الْمَوَاھِبِ اِذْ لَا فَرْقَ بَیْنَ مَوْتِہٖ وَحَیَاتِہٖ فِیْ مُشَاھِدَتِہٖ لِاُمَّتِہٖ وَمَعْرِفَتِہٖ بِاَحْوَالِھِمْ وَبِنِیَّاتِھِمْ وَعَزَائِمِھِمْ وَخَوَاطِرِھِمْ وَذَالِکَ عِنْدَہٗ جَلِیٌّ لَا خِفَاءَ بِہٖ قول مفسر۔

(۹) وَقَالَ الْعَلِیُّ الْقَارِیُّ فِیْ شَرْحِہٖ الشِّفَاءِ اِنَّ رُوْحَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَاظِرٌ فِیْ جَمِیْعِ بُیُوْتِ الْمُسْلِمِیْنَ (الخ غاشیہ بنراس)

پہلی حدیث کا ترجمہ

بخاری میں عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرمایا کہ کھڑے ہوئے ہم میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک مقام پر پس خبردی ہم کو ابتدائے پیدائش سے تاداخل ہونے اہل بہشت کے اپنی منزلوں میں اور اہل دوزخ کے اپنی منزلوں میں۔ یعنی حضرتؐ نے

اول پیدائش سے لے کر دوزخ و بہشت میں داخل ہونے تک جو حالات ہوئے ہیں یا ہوں گے۔ سب فرما دیئے۔ پس اسی کو علم غیب کہتے ہیں۔

دوسری حدیث کا ترجمہ

اور متفق علیہ میں حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرمایا! کہ تحقیق خطبہ سنایا ہم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اور نہ چھوڑی اس میں کوئی شے روز قیامت تک، یعنی جو معاملے قیامت تک ہونے والے تھے۔ سب ظاہر کر دیئے۔

تیسری حدیث کا ترجمہ

اور طبرانی میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا۔ کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تحقیق خداوند کریم نے تمام دنیا کو میرے سامنے کیا۔ اور میں اسے دیکھ رہا ہوں، جو کچھ کہ اس میں ہے، اور جو اس میں ہو گا قیامت تک اور دنیا کے تمام اطراف و جوانب میرے سامنے یوں ہیں جیسے ہاتھ کی ہتھیلی ہے۔

چوتھی حدیث کا ترجمہ

اور کہا زرقانی نے کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ظاہر کی گئی دنیا میرے سامنے اس طرح کہ میں نے گھیر لیا اس چیز کو کہ جو کچھ اس میں ہے۔

پانچویں حدیث کا ترجمہ

اور مسلم میں عمر بن الاخطب سے طویل حدیث میں روایت ہے کہ خبر دی ہم تمام کو ان امور کی جو ہو چکے ہیں۔ اور جو ہونے والے ہیں قیامت تک، پس ہم سے زیادہ عالم وہ ہے جس کو زیادہ یاد ہے۔

چھٹی حدیث کا ترجمہ

اور مشکوٰۃ شریف میں حدیث طویل میں ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا۔ کہ جان لیا میں نے ان سب چیزوں کو جو آسمان اور زمین میں ہیں۔

ساتویں آیت شریف کی تفسیر کا ترجمہ

اور فتح العزیز میں قولہ تعالیٰ یَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا کے تحت میں درج ہے۔ یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تم پر گواہ ہیں' اس لئے کہ وہ اپنے دین کے ہر متدین کے مرتبہ کو نور نبوت سے جانتے ہیں' کہ وہ میرے دین سے کس درجہ تک پہنچا ہے اور اس کے ایمان کے حقیقت کیا ہے۔ اور اس حجاب اور پردہ کو بھی جانتے ہیں۔ کہ جس کے سبب وہ ترقی سے محجوب ہے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جانتے ہیں' تمہارے گناہوں کو اور تمہارے ایمان کے درجوں کو' اور جانتے ہیں تمہارے نیک اور برے عملوں کو اور تمہارے اخلاص اور نفاق کو۔

آٹھویں مفسر کے قول کا ترجمہ

اور فرمایا علامۃ الخطیب نے مواھب میں کہ نہیں فرق درمیان موت اور حیات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بیچ مشاہدہ ان کے واسطے امت اپنی کے' اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے تمام حالات اور نیّات اور ارادے اور خیالات وغیرہ سب کچھ جانتے ہیں' اور یہ تمام ان کے نزدیک ظاہر ہیں' ہرگز پوشیدہ نہیں ہیں۔ اِلیٰ آخِرِہٖ

نانواں قول مفسر کا ترجمہ

اور علی القاری اپنی شرح الشفاء میں فرماتے ہیں۔ کہ تحقیق روح مقدس آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام اہل اسلام کے گھروں میں رہتا ہے۔

شاہ صاحب نے فرمایا۔ جو شخص حبیب ازلی اور شاہد لم یزلی صلی اللہ علیہ وسلم کو نظر بر اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ اور مَآ اَدْرِىْ مَا يُفْعَلُ بِىْ وَلَا بِكُمْ اور قُلْ اِنِّىْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا اور اس قسم کی دوسری آیات سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مثل تمام آدمیوں کے جانے۔ تو وہ گمراہ ہے اور لوگوں کو بھی گمراہ کرنے والا ہے۔

علم غیب کا تو ہم اور بھی کچھ ثبوت دکھلانا چاہتے ہیں۔ دیکھو مولانا جلال الدینؒ انموذج البیت میں لکھتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سوائے ان پانچ چیزوں کے جن کا ذکر قرآن مجید میں ہے اور سب اشیاء کا علم کامل عطا کیا گیا۔ پھر آگے چل کر لکھا۔ بعض کہتے ہیں۔ کہ ان اشیاء خمسہ کا علم بھی جناب نبویؐ کو عطا کیا۔ مگر حکم ہوا۔ کہ آپؐ اسے ظاہر نہ کریں۔

اور بھی عینی شرح بخاری جلد اول صفحہ ۳۳۷ پر یہ حدیث مرقوم ہے۔ قَالَ الْقُرْطَبِیُّ لَا مُطَّلَعَ لِاَحَدٍ فِیْ عِلْمِ شَیْئٍ مِنْ ھٰذِهِ الْاُمُوْرِ الْخَمْسَةِ لِھٰذَا الْحَدِیْثِ وَ قَدْ فَسَّرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَوْلَ اللّٰهِ تَعَالٰی وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ الخ بِھٰذِهِ الْخَمْسِ قَالَ فَمَنِ ادَّعٰی عِلْمَ شَیْئٍ مِنْھَا غَیْرَ مُسْتَنِدٍ اِلَی الرَّسُوْلِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کَانَ کَاذِبًا (ترجمہ) قرطبی کہتا ہے کہ کوئی بھی ان امور خمسہ کے علم کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ اور نہ کوئی اس بارہ میں خواہش ظاہر کر سکتا ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ کی ان اشیاء خمسہ سے تفسیر کی ہے اور پھر قرطبی کہتا ہے، کہ ہاں اگر سوائے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی اور شخص مدعی علم اشیاء خمسہ کا ہو گا۔ تو وہ کاذب ہے۔

پس معلوم ہوا۔ کہ ہمارے نبی علیہ السلام کو تمام اشیاء کا اور ان پانچ چیزوں کا علم بھی تھا صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

جیسا کہ بخاری میں یہ حدیث ہے۔ لَا تَسْئَلُوْا عَنْ شَیْئٍ فِیْمَا بَیْنَکُمْ وَبَیْنَ السَّاعَةِ اِلَّا اَنْبَاْتُکُمْ بِهٖ یعنی حضرتؐ نے فرمایا کہ نہ سوال کرو گے تم مجھ سے کسی شے کا جو درمیان تمہارے اور درمیان قیامت کے ہے۔ مگر میں تم کو اس کی خبر دوں گا۔

اور ابو نعیم دلائل میں حضرت ام الفضل سے عبداللہ بن عباسؓ یہ حدیث بیان کرتے ہیں۔ کہا ام الفضل رضی اللہ عنہا نے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میں جا رہی تھی۔ دراں حالیکہ میں حاملہ تھی۔ آپؐ نے فرمایا تیرے حمل میں لڑکا ہے۔ جب وہ پیدا ہوا تو اس کو میرے پاس لائیو۔ فَلَمَّا وَلَدَتْهُ اَتَیْتُهٗ فَاَذَّنَ فِیْ اُذُنِهٖ

اَلْیُمْنٰی وَاَقَامَ فِی الْیُسْرٰی۔ پس جب میں نے اس کو جنا۔ تو پھر حضورؐ کے پاس لائی۔ پس حضورؐ نے دائیں کان میں اذان کہی' اور پھر بائیں کان میں اقامت۔

اور بھی واضح ہو کہ یہ تمام بحث حضرتؐ کے علم غیب کی تو بعد نبوت ظاہری کے تھی مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب تو اس ظاہر نبوت سے پہلے بھی حاصل تھا۔

جس کا مذکورہ تو عام حدیثوں میں مشہور ہے۔ چنانچہ کُنْتُ نَبِیًّا وَکَانَ آدَمُ بَیْنَ الْمَاءِ وَالطِّیْنِ یعنی حضرتؐ نے فرمایا۔ کہ میں نبیؐ اس وقت بھی تھا۔ جب آدمؑ پانی و مٹی میں تھے۔ یعنی آپ اس وقت نبیؐ تھے۔ جبکہ آدمؑ کا پتلا تیار بھی نہ ہوا تھا۔

ایک اور حدیث مشکواۃ شریف کے باب فضائل سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے فصل دوم میں ہے عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَتٰی وَجَبَتْ لَکَ النُّبُوَّةَ۔ قَالَ آدَمُ بَیْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ یعنی لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا۔ کہ نبوت آپؐ کے لئے کب سے واجب و متحقق ہوئی۔ حضرتؐ نے فرمایا۔ جبکہ آدم علیہ السلام کا وجود روح وجسد میں تھا۔ یعنی ابھی آدمؑ کا بت تیار نہ ہوا تھا۔ اس حدیث کو ترمذی نے بھی بیان کیا ہے۔

ان حدیثوں سے صاف ثابت ہوا۔ کہ ایک آپؐ کی نبوت اس وقت بھی تھی۔ جبکہ حضرت آدمؑ کا وجود بھی نابود تھا۔ دوسرا علم غیب بھی آپؐ کا ثابت ہو گیا کہ اس وقت کا سب حال تو اب بھی حضورؐ دیکھ کر فرما رہے ہیں۔ پس جس کی نبوت بھی خدا ہر سے پہلے عطا فرمائے۔ اور جس کے نور سے بھی سب چیز کا ظہور ہو۔ پھر علم غیب تو اس کی ذات کی خود صفات ہے۔ اگر کسی اہل اللہ سے پوچھو' تو وہ تم کو اس کا کوئی اور بھی حقیقی معنی بتلا دیویں گے۔

اعتراض اس جگہ معترض لوگ کہتے ہیں کہ اگر حضرتؐ کو علم غیب ہوتا۔ تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بہتان کو کیوں نہ سمجھ سکے۔ اور وغیرہ وغیرہ۔

جواب

اگر اس طرح نکتہ چینی کی جاوے۔ تو پھر معاذ اللہ خدا کا بھی علم غیب ثابت نہیں

ہوتا۔ چنانچہ صحاح ستہ میں یہ حدیث مشہور ہے کہ جب خدا نے فرشتوں سے پوچھا۔ کہ زمین والے میرے بندوں کا کیا حال ہے۔ انہوں نے کہا۔ کہ سب تیری عبادت میں شاغل ہیں یا جیسا موسیٰ علیہ السلام سے خدا نے پوچھا' اے موسیٰ تیرے داہنے ہاتھ میں کیا ہے۔ عرض کی۔ کہ یہ میرا عصا ہے۔ جس سے میرے بہت کام چلتے ہیں۔ دیکھو بقول اس اعتراض تمہارے کے اگر خدا کو علم غیب ہوتا۔ تو آپ کیوں حضرت موسیٰؑ اور فرشتوں سے زمین والوں کا حال وغیرہ پوچھتے۔ پس اس طرح کے اعتراض اور ایسے ہی جواب تو اور بھی بہت ہو سکتے ہیں۔ مگر وہ سب کے سب فضول بے حصول ہیں۔

اصل بات تو یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتی میں تین حالتیں تھیں۔ ایک بشری۔ دوسری ملکی۔ تیسری حقی۔ پس وہ حضرت عائشہؓ صدیقہ کا اعتراض تو پہلے حالت بشری میں تھا۔ پھر جب آپؐ کی حالت حقی ہوئی تو وہ سب حال آپؐ نے جان تو لیا۔ مگر خیال کیا۔ اگر میں کہوں تو معترض لوگوں کا اعتراض تو پھر بھی رہے گا۔ اس واسطے آپؐ منتظر وحی کے تھے کہ خدا تعالیٰ خود میرے حرم کی پاکی اپنے قرآن میں بیان کر دیوے۔ پھر تو معترض و فسادی لوگ قیامت تک شرمندہ و پشیمان رہیں گے۔ خدا تعالیٰ نے ایسا ہی کر دیا۔

اور بھی جیسا کہ حضرتؐ نے حدیث لِیْ مَعَ اللّٰہِ میں فرمایا کہ میرے اور میرے خدا کے درمیان ایک ایسا وقت ہوتا ہے کہ جس میں نہ کوئی مقرب فرشتہ سما سکتا ہے نہ کوئی مرسل اور نہ کوئی نبی۔ اس وقت دونوں جہان دانہ رائی کے مانند دکھائی دیتے ہیں۔ وہ ایک وقت بھی اس واسطے فرمایا کہ دنیا کی زندگی میں آپؐ کے ساتھ حالت بشری بھی ایک وقت ہوتی تھی۔ جب انتقال کے بعد وہ حالت بشری گزر گئی۔ پھر تو آپؐ کی حقی حالت کے نور نے ایسا ظہور پکڑا کہ تمام مَاکَانَ وَمَایَکُوْنُ کا علم تو اب ہمیشہ اور ہر وقت آپؐ کو دن کی طرح روشن ہو رہا ہے۔

اور اسی طرح تو ہر اولیاءؒ اللہ کا بھی حیاتی کی نسبت مماتی میں دو چند مرتبہ بلند ہو جاتا ہے۔

اولیاءؒ اللہ کو بھی علم غیب عطا ہوا

اور بھی دیکھو علم غیب تو خدا نے پیغمبروںؑ کے سوا اور بھی بہت اپنے دوستوں کو عطا فرمایا ہے۔ جیسا کہ جناب امیر علیہ السلام اپنی کتاب نہج البلاغتہ ترجمہ اردو مطبع یوسفی دہلی صفحہ ۲۵۱ پر فرماتے ہیں۔ قسم خدا کی اگر میں چاہوں تو ہر ایک انسان کو اس کی مخرج۔ اس کی منزل اور اس کے تمام امور سے خبر دے سکتا ہوں۔ مگر خوف کھاتا ہوں کہ یہ کہیں میرے بارے میں کافر نہ ہو جائیں' مجھے رسول اللہ نہ سمجھ بیٹھیں۔

پھر فرمایا میں سوائے صدق و راستی کے کوئی بات زبان سے نہیں نکال سکتا۔ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ان تمام اخبار کی تعلیم دی ہے اور بتلا دیا ہے۔

دیکھو جو شخص سب حال ظاہر و باطن اول و آخر تمام امور کی خبر دیوے تو علم غیب اسی کو کہتے ہیں۔ اور جناب امیر کو اس علم غیب کی تعلیم کرنے والے بھی تو وہی رسولؐ مقبول ثابت ہوئے۔ کہ جس کے علم غیب سے منکر لوگ انکار کرتے ہیں۔

اور آپؑ کے فرزند جناب امام حسین علیہ السلام بھی اپنی کتاب مراۃ العارفین کے صفحہ ۲۱ پر اس طرح فرماتے ہیں۔ فَمَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ عَرَفَ رَبَّہٗ وَاَعْرَفَ جَمِیْعَ الْاَشْیَاءِ (ترجمہ) سو جس نے پہچانا اپنے نفس کو اس نے پہچانا اپنے رب کو اور پہچانا اس نے سب چیزوں کو۔

نیز امام صاحب اسی کتاب کے صفحہ ۲۲ پر فرماتے ہیں۔ فَمَنْ قَرَءَ ھٰذَا الْکِتَابَ فَقَدْ عَلِمَ مَا کَانَ وَمَا ھُوَ کَائِنٌ وَمَا ھُوَ یَکُوْنُ (ترجمہ) پس جس نے پڑھا اس کتاب کو یعنی دل کو سو اس نے جان لیا اس چیز کو جو ہو چکی ہے اور جو اب ہے' اور جو ہو گی۔ دیکھو امامؑ صاحب ہر کامل انسان کے واسطے بھی علم غیب کا ہونا ثابت فرماتے ہیں۔

نیز امام مستغفری اسناد کے ساتھ مالکؓ بن انس سے اور وہ نافع سے اور وہ ابن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ نے مدینہ میں لوگوں کے سامنے خطبہ پڑھا اور خطبہ میں فرمایا۔ یَا سَارِیَۃُ بْنُ زَنِیْمٍ اَلْجَبَلَ اَلْجَبَلَ یعنی اے ساریہؓ بن زنیم پہاڑ کی پناہ لے۔ پہاڑ کی پناہ لے۔ لوگوں کو تعجب ہوا کہ آپؓ

نے ساریہؓ کا بے موقعہ ذکر کیوں کیا؟ کیونکہ ساریہؓ عراق میں تھا۔

پھر لوگوں نے حضرت علی علیہ السلام سے یہ ذکر کیا۔ کہ حضرت عمرؓ نے اس طرح خطبہ میں ساریہؓ کو یاد کیا ہے۔ حالانکہ ساریہؓ عراق میں ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا۔ تم عمرؓ کی بات کو نہیں سمجھتے۔ خاموش رہو! کچھ بہت عرصہ نہیں گزرا تھا کہ ساریہؓ کا ایلچی عراق سے آیا۔ بیان کیا کہ ساریہؓ میدان دشمن سے لڑ رہا تھا۔ دشمن بھاگ گئے اور ساریہؓ مال غنیمت لے کر پہاڑ کی طرف متوجہ ہوا۔ دشمن نے پھر غلبہ پا کر ارادہ کیا۔ کہ ساریہؓ کے لشکر اور مال غنیمت کو نرغہ میں لے کر پہاڑ کی اوٹ میں آجاوے۔ ساریہؓ کو آسمان سے ندا آئی۔ کہ اے ساریہؓ پہاڑ کی پناہ لے۔ پہاڑ کی پناہ لے۔ راوی نے بیان کیا کہ ایلچی نے بھی اور نیز سامعین خطبہ نے بھی تصدیق کی۔ کہ یہ آواز حضرت عمرؓ کی تھی۔

پس اس روایت سے ایک تو حضرت عمرؓ کا علم غیب ثابت ہو گیا۔ کہ اس قدر مسافت بعیدہ سے ساریہؓ کو بمع لشکر اسلام کے دیکھ لیا۔ اور کفار کے مکر کو بھی معلوم کر لیا۔ دوسرا کرامت بھی ایسی ظاہر ہوئی کہ اتنے فاصلے پر آواز ان کو سنا دی۔

اور بھی جناب سید سادات پیر مخدوم جہانیاں جہانگشت اچوی علیہ الرحمتہ اپنی کتاب ملفوظ شریف در مبطع انصاری واقع دہلی کے صفحہ ۱۹ پر یہ حکایت فرماتے ہیں کہ شیخ جلال الدین اچوی رحمتہ اللہ علیہ ایک دن میرے روبرو لڑکوں کو سبق پڑھا رہے تھے۔ اثنائے سبق میں آپ مراقب ہوئے۔ سر نیچا کر لیا۔ ذرا دیر کے بعد جو لڑکا سبق پڑھ رہا تھا۔ اس کو فرمایا۔ پڑھ۔ وہ نہیں پڑھتا تھا۔ اس نے کہا۔ میں تب پڑھوں گا جب آپ اس کا سبب فرماویں گے۔ شیخ نے فرمایا تو کیوں درویشوں کے کام میں پڑا ہے۔ سبق پڑھ۔ ہر چند اس نے انکار کیا۔ آخر لاچار ہو کر شیخ نے فرمایا۔ کہ اس درویش کے چند لوگ معتقد تھے۔ ان کا جہاز دریا میں غرق ہو رہا تھا۔ وہ لوگ اس درویش کو مدد میں لائے۔ میں نے ہاتھ ڈال کر جہاز کو کھینچ لیا۔ مخدوم علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں کہ میں نے ان کی آستین کو دیکھا۔ تو تازہ پانی سے تر تھی۔ لوگوں نے وہ تاریخ لکھ لی۔ چند دنوں کے بعد وہ شیخ کی زیارت کو آئے تو وہ واقعہ بیان کیا۔ اور وہ تاریخ بھی ملائی۔ تو واقع

ایسا ہی تھا۔

پس اس روایت سے چار فائدے حاصل ہوئے۔ ایک تو اس میں شیخ کا علم غیب بھی ثابت ہوا۔ دوسرا اولیاءؒ اللہ دور سے بھی آواز سن سکتے ہیں۔ تیسرا بامداد الٰہی پہنچ کر لوگوں کی مشکل کشائی بھی کر سکتے ہیں۔ چوتھا شیخ صاحب سے کرامت بھی ایسی ظاہر ہوئی۔ کہ آپ نے اسی جگہ بیٹھے ہوئے ہزاروں کوسوں سے کام کر لیا۔ اس کو قطع مسافت بھی کہتے ہیں۔

اور بھی اپنی کتاب راحت القلوب کے صفحہ ۱۶۵ پر حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء زری زر بفت علیہ الرحمتہ دہلوی یہ حکایت فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت خواجہ شیخ فرید الدین شکر گنج علیہ الرحمتہ کے پاس ایک بڑھیا عورت روتی ہوئی آئی۔ اور عرض کی۔ کہ حضرت میرا ایک لڑکا تھا جو عرصہ بیس سال سے کہیں گم ہو گیا ہے۔ معلوم نہیں وہ زندہ ہے یا مر گیا ہے۔ میں اس کے فراق و غم میں نہایت خوار و لاچار ہوں۔ آپ کو اس کے حال پر رحم آیا۔ کچھ دیر تک مراقبہ میں رہے۔ بعدہ سر اٹھا کر فرمایا۔ کہ جا مائی تیرا تو لڑکا گھر آگیا ہے۔ یہ سن کر بڑھیا بے امید ہو کر گھر چلی۔ تو راستہ میں لڑکا مل گیا۔ بہت خوش ہوئی۔ اور خوشی خوشی اسے اپنے گھر لے گئی۔ حال پوچھنا شروع کیا۔ لڑکے نے کہا۔ کہ اس جگہ سے پندرہ سو کوس میں دور تھا۔ یکایک میرا دل تمہارے ملنے کو چاہا۔ میں اداس ہو کر دریا کے کنارے پر کھڑا ہو کر رو رہا تھا کہ دیکھئے کب ملاقات نصیب ہو۔ اتنے میں ایک مرد نورانی شکل خرقہ پہنے ہوئے میرے پاس آئے۔ اور میرے رونے کا سبب پوچھا میں نے اپنا حال بیان کیا۔ آپ نے فرمایا۔ کیا میں تجھے گھر پہنچا دوں۔ یہ بات مجھے دشوار معلوم ہوئی۔ پھر فرمایا۔ کہ اپنا ہاتھ مجھے پکڑاؤ۔ اور اپنی آنکھیں بند کرو۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ جب آنکھیں کھولیں۔ تو میں اس مکان پر موجود ہوں۔ اس عورت نے یہ ماجرا سن کر دل میں خیال کیا۔ کہ یہ تو حضرت فریدؒ تھے۔ فوراً آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر قدموں پر گر پڑی۔ آپ نے فرمایا۔ مائی میرا نام مت لے۔ یہ اللہ نے تیرا لڑکا تیرے پاس پہنچا دیا ہے۔

دیکھو ایک تو یہ علم غیب ہے۔ دوسرا یہ کرامت ہے۔ پس اگر اس طرح علم غیب

کے حالات اور اولیاءؒ کی کرامات کو تحریر کروں تو ایک بڑا دفتر تیار ہوتا ہے۔ مگر اس جگہ مختصر پسند ہے۔ اس واسطے زیادہ تحریر سے قلم بند ہے۔

اور جو لوگ اولیاءؒ اللہ کی کرامات وغیرہ کے منکر ہیں۔ میں ان کی نظیر میں بھی ایک اور حدیث تحریر کرتا ہوں۔ حدیث شریف جس کا ترجمہ بخاری اور مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ قوم بنی اسرائیل میں سے جریج نام ایک مرد عابد تھا۔ ہمیشہ عبادت خانہ میں رہتا تھا۔ اس کی عبادت اور بزرگی کے سبب اس کی قوم کے لوگوں کو غیرت تھی۔ ایک بدکار عورت خوبصورت نے کہا کہ اگر تم چاہو تو میں تمہاری خاطر جریج کو بلا میں گرفتار کر دوں۔ تو وہ عورت جریج کے سامنے آئی۔ اس نے کچھ خیال نہ کیا۔ تو اس حجرہ کے پاس ایک اور شخص چرواہہ رہتا تھا۔ عورت نے اس سے صحبت کی اس کو حمل ہوا۔ جب جنی۔ تو عورت نے کہا۔ یہ لڑکا جریج کا ہے لوگوں نے اس کا عبادت خانہ گرا دیا۔ اور جریج کو اس سے نکال کر مارنے لگے۔ اس نے کہا۔ مجھے کیوں مارتے ہو۔ لوگوں نے کہا۔ تو نے اس بدکار عورت سے زنا کیا ہے۔ اور تیرے نطفہ سے لڑکا جنی ہے جریج نے کہا۔ وہ لڑکا کہاں ہے۔ لوگوں نے جب لڑکا حاضر کیا۔ تو بعد نماز دوگانہ جریج نے کہا۔ اے لڑکے تیرا باپ کون ہے۔ لڑکے نے کہا فلانا چرواہہ میرا باپ ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا۔ کہ پھر تو لوگ جریج پر اس طرح جھکے۔ کہ بہت چومنے چاٹنے لگے۔ اور کہا کہ ہم تیرا عبادت خانہ سونے کا بنا دیں گے۔ جریج نے کہا۔ نہیں اسی مٹی سے بنا دو اس حدیث کے الفاظ اور بھی ہیں۔ لیکن اس جگہ صرف مطلب لے کر مختصر کیا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس

قرآن شریف میں بھی اکثر گزشتہ لوگوں کی کرامات کے مجمل ارشادات ہیں۔ جیسا کہ حضرت سلیمانؑ کے لشکر میں سے ایک بزرگ نے ایک آن میں بلقیس کا تخت حاضر کیا۔ اور حضور سرور کائناتؐ نے بھی اسی طرح سابقہ امتوں کی کرامات میں بہت سی احادیث فرمائی ہیں۔ پس یہ جگہ انصاف کی ہے کہ سابقہ امتوں میں تو کرامات چلی آئی اور اس اعلیٰ امت میں کچھ کرامات نہیں ہے۔ تو پھر ہمارے رسول مقبولؐ کی فضیلت کہاں رہی۔ بلکہ اس میں تو ظاہر ہمارے سلطانؐ الانبیاء کی ہتک و توہین کرتے ہو۔ نعوذ

بِاللہِ رَشْہِہاً۔

اور بھی اولیاءؒ اللہ کی کرامات تو حضرتؐ کے معجزات میں سے ہے پس جو اولیاءؒ اللہ کی کرامات کا منکر ہوا۔ وہ بدکار تو حضرتؐ کے معجزات کا بھی منکر ہو کر فی النار ہوا۔

ذکر حیاتُ النّبیُ صلیٰ اللہُ علیہِ وسلّم

اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم حیات النبیؐ ہیں۔ اس کا بھی ثبوت دے کر ہم اپنا دعویٰ مضبوط کرتے ہیں۔ وَھُوَ ھٰذَا قَالَ الْحَافِظُ السُّیُوْطِیُّ فِی التَّنْوِیْرِ اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَیٌّ بِجَسَدِہٖ وَرُوْحِہٖ وَاِنَّہٗ یَتَصَرَّفُ وَیُسَیِّرُ فِیْ اَقْطَارِ الْاَرْضِ وَفِی الْمَلَکُوْتِ بِھَیْئَۃِ النَّبِیِّ کَانَ قَبْلَ وَفَاتِہٖ وَلَمْ یُبَدَّلْ مِنْہُ شَیْئٌ وَاَیْضًا فِیْہِ وَاُذِنَ لَھُمْ اَیِ الْاَنْبِیَاءُ فِی الْخُرُوْجِ مِنْ قُبُوْرِھِمْ وَالتَّصَرُّفِ فِی الْمَلَکُوْتِ الْعَلَوِیِّ وَالسِّفْلِیِّ وَاَیْضًا تَوَاتَرَتْ بِہِ الْاَخْبَارُ مِنْھَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْاَنْبِیَاءُ اَحْیَاءٌ فِیْ قُبُوْرِھِمْ وَیُصَلُّوْنَ وَقَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَرَّمَ اللّٰہُ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَاکُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ الخ

(ترجمہ) کہا حافظ سیوطی نے تنویر میں کہ بیشک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں ساتھ بدن اور روح اپنے کے۔ اور تصرف اور سیر کرتے ہیں زمین کے کناروں اور عالم ملکوت میں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی ہیئت و شکل مبارک میں ہیں۔ جیسا کہ زندگی میں تھے وفات سے پہلے اور کچھ تبدیلی نہیں ہوئی۔ اور یہ بھی اسی کتاب میں ہے کہ اذن دیا گیا ہے انبیاء علیہم السلام کو قبروں سے نکلنے کا اور عالم علوی اور سفلی میں تصرف کرنے کا اور اس بارہ میں حدیثیں متواتر ہیں۔ اور ان میں سے ایک یہ حدیث بھی ہے کہ فرمایا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ نبیؑ زندہ ہیں اپنی قبروں میں اور نماز پڑھتے ہیں اور فرمایا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ حرام کیا ہے اللہ تعالیٰ نے زمین پر کھانا بدن انبیاء علیہم السلام کا۔

اور بھی کتاب انوار الانتباہ صفحہ ۱۱ پر بحوالہ امام ابن الحاج مکی و امام قسطلانی میں یہ قول مسطور ہے۔ قَدْ قَالَ عُلَمَاءُ نَا رَحِمَھُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی لَا فَرْقَ بَیْنَ مَوْتِہٖ وَحَیَاتِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ مُشَاھَدَتِہٖ لِاُمَّتِہٖ وَمَعْرِفَتِہٖ بِاَحْوَالِھِمْ وَنِیَاتِھِمْ وَعَزَائِمِھِمْ وَخَوَاطِرِھِمْ وَذَالِکَ جَلِیٌّ عِنْدَہٗ لَا خِفَاءَ بِہٖ یعنی ہمارے علماء

رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم مواتی و حیاتی میں برابر ہیں یعنی اس وقت کی اور اس وقت کی حالت میں کچھ فرق نہیں ہے اور آپؐ اپنی امت کو دیکھتے ہیں اور پہچانتے ہیں۔ ان کے احوال اور ان کی نیتیں اور ان کے دلوں کے خطرات اور ارادے ان کے اور یہ سب آپؐ پر روشن ہیں۔ اس میں کوئی پوشیدگی نہیں ہے۔

اس سے دو باتیں حاصل ہوئیں۔ ایک تو جیسا آپ حیاتی میں تھے۔ اسی طرح اب بھی حیات ہیں۔ دوسرا اپنی امت کے سب حال ظاہر و باطن کو دیکھ رہے ہیں۔

اور حدیث شرح برزخ صفحہ ۲۴ میں مذکور ہے اور کہا صاحب برزخ نے کہ یہ حدیث امام بیہقی نے کتاب سنن کبریٰ۔ طبرانی اور ابن سعید خدری سے اور نیز مروی ہے کتاب قلائد الجواہر و خیرات الحسان ابن حجر مکی میں اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی ترجمہ مشکوٰۃ میں اور مولانا جامی علیہ الرحمتہ بھی نفحات الانس میں فرماتے ہیں کہ انبیاءؑ و اولیاءؒ اور شہداؒ زندہ ہیں۔ اور ان سے امداد لینا اور استغاثہ کرنا جائز ہے۔

اور تفسیر حسینی و روح العباد وغیرہ میں لکھا ہے کہ اولیاءؒ و انبیاءؑ اور صلحاءؒ قبروں میں حیات ہیں۔ ان کے اجسام کو مٹی نہیں کھاتی۔ وہاں نماز و روزہ رکھتے ہیں۔ اور قرآن کی تلاوت کرتے ہیں اور دنیا کے تمام امر و نہی دیکھ رہے ہیں۔ اور سائلین کی حاجتیں ادا کرتے ہیں۔ اور زیارت کرنے والوں کو سلام کا جواب دیتے ہیں۔

اس سے یہ بھی ثابت ہوا۔ کہ پیغمبروںؑ کے علاوہ تو اولیاءؒ اللہ اور شہداؒ کو بھی خدا نے زندہ و بقا فرمایا۔ پھر حیات النبیؐ کے منکر کے کیا ہاتھ آیا۔

اور بھی جیسا کہ تاریخ مدینہ جذب القلوب میں بروایت سعید بن مسیب جو تابعین سے ہے کہا۔ کہ جب یزید کے سپہ سالار نے مدینہ منورہ کو ویران کیا۔ تو اس وقت تین روز تک اذان مسجد نبوی میں نہیں ہوئی تھی۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک سے پانچوں وقتوں کی اذان و اقامت کی آواز سنائی دیتی تھی۔ راوی کہتا ہے کہ میں حضورؐ کے پیچھے تین روز تک تکبیر تحریمہ سے نماز پڑھتا رہا۔

اور بھی یہ تو ہر کس جانتا ہے کہ شہدا ہمیشہ زندہ و بقا ہیں۔ اور ہر طرح کا کھانا اور

پینا غرض تمام عیش و عشرت وغیرہ کرنا ان کا قرآن مجید میں ثابت ہے۔ کَمَا قَوْلُهٗ تَعَالٰی وَ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْیَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ یُرْزَقُوْنَ فَرِحِیْنَ بِمَا اٰتَاهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ (ترجمہ) نہ کر گمان اے محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کو جو مارے گئے راہ خدا میں بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے نزدیک روزی دیئے جاتے ہیں جنت کے میووں سے در آنحالیکہ خوش و خرم رہتے ہیں ساتھ اس چیز کے کہ عطا کیا' اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے۔

اور اس آیت کے تحت میں امام قرطبی وغیرہ نے لکھا ہے۔ وَالْاَنْبِیَاءُ اَوْلٰی بِذٰلِکَ فَهُمْ اَجَلُّ وَ اَعْظَمُ وَ کُلُّ نَبِیٍّ اِلَّا قَدْ جَمَعَ مَعَ النُّبُوَّتِ وَصْفَ الشَّهَادَةِ فَیَدْخُلُوْنَ فِیْ عُمُوْمِ لَفْظِ الْاٰیَةِ الخ یعنی انبیاءؑ اولیٰ اور افضل ہیں ساتھ اس حیات اور زندگی کے اور وہ بزرگ تر اور بڑے ہیں عام شہدا سے' تو جب شہدا سے نبوت کا درجہ اولیٰ و افضل ہے۔ تو پس داخل ہوئے انبیاءؑ بھی عموماً" اس آیت کے لفظ میں نقل از ہدایتہ الحرمین صفحہ ۱۳-۱۔

اور یہ بھی صحیح حدیث میں ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ ظاہر جہاد سے باطنی نفس کے ساتھ جہاد کرنا جہاد اکبر ہے۔ پس اولیاؒ اللہ نے تو اس جہاد باطنی کے سبب سے شہادت اکبر کا بھی درجہ پایا۔

اور دیگر حدیث میں ہے کہ اولیاء" اللہ نہیں مرتے۔ لیکن نقل کرتے ہیں۔ جیسا ایک گھر سے اٹھ کر دوسرے گھر میں چلے جاویں۔

اور بھی فرمایا۔ اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰهِ لَا یَمُوْتُوْنَ پس ثابت ہو گیا کہ انبیاءؑ و اولیاء" ہمیشہ زندہ و بقا ہیں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حاضر ناظر ہونا

اب ذرا انبیاءؑ و اولیاءؒ کے حاضر حضور ہونے کا بھی کچھ مذکور سنیئے۔ اول تو جب وہ مقبول خدا و رسولؐ زندہ و بقا ہیں۔ تو حاضر ناظر ہونا زندہ کا خود فعل ہے۔

دوسرا حق سبحانہ و تعالیٰ چند جگہ فرماتا ہے۔ قولہ تعالیٰ وَیَکُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْکُمْ شَہِیْدًا پھر فرمایا۔ وَجِئْنَا بِکَ عَلٰی ھٰؤُلَآءِ شَہِیْدًا یعنی ہو گا رسولؐ اوپر تمہارے قیامت میں گواہ۔

پس ان آیات سے ثابت ہوا کہ رسول علیہ السلام قیامت کو تمام لوگوں کے عملوں پر گواہ ہوں گے۔ دیکھو اللہ تعالیٰ اپنے پیارے نبیؐ کو شاہد بتاتا ہے۔ اور شاہد کے واسطے مشاہدہ کا ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ جو شخص بلا دیکھے گواہی دیوے۔ تو اس کی گواہی عندالشرع نامنظور و نامقبول ہوتی ہے۔

پس معلوم ہوا کہ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے ہر ایک آدمی کے افعال و اقوال کو مشاہدہ کر رہے ہیں۔

اور بھی جیسا سب مسلمانوں کو ہر نماز میں اپنے پیارے نبیؐ کا حاضر ہونا خدا نے پڑھا اور سنا دیا ہے۔ چنانچہ التحیات میں پڑھا جاتا ہے۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ یعنی اے اللہ کے نبیؐ ہمارا سلام ہو آپؐ پر اور خدا کی رحمتیں اور برکتیں ہوں اوپر تمہارے۔ پس یہ صیغہ حاضر کا ہے اور ہر نماز میں حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واسطے حاضر کر کے مخاطب کیا گیا ہے۔ کہ ہر ایک اہل نماز سمجھ لیویں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے روبرو ہیں اور ہمارے اس فعل کو دیکھ رہے ہیں۔ پس اس سے بھی حضرتؐ کا حاضر ناظر ہونا تو ٹھیک تصدیق ہو گیا۔

اور بھی دلائل الخیرات میں یہ حدیث بایں طور مسطور ہے۔ حدیث۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا۔ مَنْ صَلّٰی عَلٰی قَبْرِیْ سَمِعْتُہٗ وَمَنْ صَلّٰی غَائِبًا بُلِغْتُہٗ یعنی جو شخص درود پڑھے نزدیک قبر میری کے میں خود سنتا ہوں۔ اور جو شخص دور سے پڑھے' وہ پہنچایا جاتا ہے۔

اور اسی کتاب میں ایک اور روایت بایں طور مذکور ہے کہا صحابہؓ نے یا حضرتؐ جو شخص آپؐ کو مخاطب ہو کر دور سے درود پڑھے یا آپؐ کے بعد تو پھر کیا آپؐ سنتے ہیں۔ فرمایا۔ ہاں! عشق والوں کا میں خود دور سے بھی سنوں گا۔ اور دوسروں کا فرشتے موکل پہنچا دیں گے۔

اور خاتمۃ المحدثین مولانا جلال الدین سیوطیؒ انموذج میں فرماتے ہیں۔ قَدْ اَجْمَعُوْا عَلٰی اَنَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَیٌّ عَلَی الدَّوَامِ یُرْزَقُ فِیْ قَبْرِہٖ وَاَنَّ جَسَدَہٗ الشَّرِیْفَ لَا یَاکُلُہُ الْاَرْضُ وَاَنَّ رُوْحَہُ الْقُدُسِیَّۃَ لَمَّا تَجَرَّدَتْ عَنِ الْعَلَائِقِ الْبَدَنِیَّۃِ الدُّنْیَوِیَّۃِ صَارَ لَھَا قُوَّۃُ الْاِتِّصَالِ بِالْمَلَاءِ الْاَعْلٰی وَارْتَفَعَ جَمِیْعُ حُجُبِھَا فَیَرٰی مَا یَصِلُ اِلَیْہِ مِنَ الْاُمَّۃِ مِنْ سَلَامٍ وَصَلٰوۃٍ وَغَیْرِھِمَا کَالْمُشَاھِدِ وَتَبْلِیْغُ الْمَلَکِ مَعَ ذَالِکَ اِنَّمَا ھُوَ لِمَزِیْدِ التَّشْرِیْفِ وَالتَّکْرِیْمِ

(ترجمہ) تحقیق اتفاق کیا علماء نے اس پر کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں ہمیشہ روزی دیئے جاتے ہیں قبر میں روزی حسی اور آپؐ کے جسد شریف کو زمین نہیں کھاتی۔ اور تحقیق روح مقدس آپؐ کا جبکہ خالی ہوا علائق بدنی دنیاوی سے تو قوت آمیزش پائی ساتھ ملاء اعلیٰ کے اور تمام پردے دور ہوئے۔ پس دیکھتے ہیں جو کچھ آپؐ کو پہنچتا ہے اپنی امت سے مثل سلام اور درود وغیرہ کے مانند مشاہدہ کے اور باوجود خود دیکھنے اور سننے کے تبلیغ فرشتہ اس واسطے ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و تکریم زیادہ ہو۔

۔اور ابو داؤد و احمد و بیہقی و مشکوٰۃ میں نیز ابو ہریرہؓ سے یہ حدیث مرقوم ہے۔ مَا مِنْ اَحَدٍ یُسَلِّمُ عَلَیَّ اِلَّا رَدَّ اللّٰہُ عَلَیَّ رُوْحِیْ حَتّٰی اَرُدَّ عَلَیْہِ یعنی حضرتؐ نے فرمایا کوئی شخص نہیں کہ درود بھیجے مجھ پر مگر اللہ تعالیٰ پھیرتا ہے مجھ پر روح میری کو یہاں تک کہ میں درود پڑھنے والے پر سلام کا جواب دیتا ہوں

کیوں صاحب حاضر شخص سلام کا جواب دیتا ہے کہ غائب۔ پس ہر جگہ و ہر حال میں حضورؐ کا حاضر و ناظر ہونا بھی ثبوت کو پہنچ گیا۔

انبیاءؑ و اولیاءؒ کو مصیبت میں وسیلہ پکڑنا
اور
حرف (یا) سے پکارنا

انبیاءؑ و اولیاءؒ کو مصیبت کے وقت وسیلہ پکڑنا۔ اور ان کو خوف (یا) سے پکارنا جائز ہے۔ جیسا کہ آدم علیہ السلام نے حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے بوسیلہ اسم مبارک کے بخشش طلب کی۔

چنانچہ مسلم میں یہ صحیح حدیث ہے۔ لَمَّا اعْتَرَفَ الْخَطِیَّۃَ قَالَ یَا رَبِّ اَسْئَلُکَ بِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ تَغْفِرْ لِیْ فَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی قَدْ غَفَرْتُ لَکَ اَنْ سَئَلْتَنِیْ بِحَقِّہٖ (ترجمہ) جب اپنی خطا کو پہنچانا آدمؑ نے تو کہا اے پروردگار سوال کرتا ہوں بطفیل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ بخش دے مجھ کو' تو فرمایا اللہ تعالیٰ نے تحقیق بخش دیا میں نے تجھ کو جبکہ سوال کیا تو نے بطفیل محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے۔

اور بھی حدیث صحیح میں ہے کہ ایک شخص نابینا حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کی۔ یارسولؐ اللہ میں نابینا ہوں مجھے دعا فرمایئے۔ تاکہ آنکھوں میں روشنی ہو جائے تو حضور نے بایں الفاظ تعلیم دی۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ وَ اَتَوَجَّہُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ اِنِّیْ اَتَوَجَّہُ بِکَ اِلٰی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ ھٰذِہٖ اَنْ تَقْضِیَ لِیْ اَللّٰھُمَّ فَشَفِّعْہُ الخ یعنی میں تجھ سے دعا مانگتا ہوں اور تیری طرف توجہ کرتا ہوں بوسیلہ تیرے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے اپنے رب کی طرف اس حالت میں توجہ کرتا ہوں کہ میری حاجت پوری ہو۔ الٰہی ان کی شفاعت میرے حق میں قبول ہو۔

پس اس حدیث سے تینوں طرح کی استعانت بزبان حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم ثابت ہوئی۔ یا تو اس طرح کہنا کہ یاخداوند بواسطہ فلاں نبیؑ یا ولیؒ کے میرا کام کر۔ یا اس طرح کہنا کہ یانبیؑ میں تمہاری طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ یا اس طرح کہنا کہ یانبیؑ یا

ولیؒ میری طرف دیکھو۔ اور مدد کرو۔

پس انبیاءؑ و اولیاءؒ کو خدا کا دوست و پیارا سمجھ کر ان سے امداد مانگے۔ ورنہ اس سے انکار کرنا محض تعصب و جہالت ہے۔ کیونکہ اکثر صحابہؓ روم و شام کی جنگوں میں بعض وقت تنگ آکر یا محمدؐ یا محمدؐ کر کے پکارتے تھے۔ پس اسی وقت اسم مبارک کی برکت سے فتح و نصرت پا لیتے تھے۔

اور ایک روز کا ذکر ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کا پاؤں بے حس ہو گیا۔ آپ سے کہا گیا۔ کہ تم بہترین پیارے کو اس وقت یاد کیوں نہیں کرتے ہو؟ تو اسی وقت عبداللہ ابن عمرؓ نے یا محمدؐ یا محمدؐ کہہ کر پکارا۔ تو اچھا ہو گیا۔ جس کی یہ حدیث ہے۔ اِنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللہُ عنہما خَدِرَتْ رِجْلُہٗ فَقِیْلَ اُذْکُرْ اَحَبَّ النَّاسِ اِلَیْکَ فَصَاحَ یَا مُحَمَّدَاہُ فَانْتَشَرَتْ نقل از کتاب الادب المفرد صفحہ ۱۹۳ از بخاری۔

اور رسالہ انوار الانبیاء صفحہ ۳۶ بحوالہ فتاوی خیریہ و رسالہ بہجتہ الاسرار میں سیدنا حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تحریر ہے۔ آنجناب نے فرمایا۔ کہ اگر کسی شخص کو کوئی مہم سخت پیش آجائے۔ تو وہ پہلے دو رکعت نماز نفل پڑھے۔ پھر گیاراں بار درود شریف پڑھے۔ اور گیاراں قدم عراق کی طرف چلے۔ اس وقت یاد کرے نام میرا اور اپنی حاجت کو۔ تو اس کی حاجت پوری ہو گی۔

اور حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے بھی اس طور توسل کیا۔

یَا رَحْمَۃً لِّلْعَالَمِیْنَ اَدْرِکْ لِزَیْنِ الْعَابِدِیْنْ

مَحْبُوْسُ اَیْدِی الظَّالِمِیْنَ فِی الْمَوْکَبِ وَالْمُزْدَحَمْ

یعنی امامؓ نے فرمایا۔ یا رسولؐ خدا دیکھو میری طرف یعنی اعانت کرو زین العابدین کی کہ میں ظالموں کے ہاتھ میں محبوس ہوں۔

اور اسی طرح جناب زینب خاتون بنت فاطمہ رضی اللہ عنہما نے بھی وقت مصیبت استغاثہ کیا۔ یعنی اے میرے دادا ایسی ہماری بیکسی کے وقت کون ہے سوا تمہارے جو اعانت کرے ہماری۔

اور امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ نے بھی اسی طور اپنے قصیدہ میں استغاثہ کیا ہے۔

يَااَكْرَمَ الثَّقَلَيْنِ يَا كَنْزَالْوَرٰى   خُذْلِیْ بِجُوْدِکَ وَاَرْضِنِیْ بِرَضَاکَ

اَنَا طَامِعٌ بِالْجُوْدِ مِنْکَ وَلَمْ یَکُنْ   لِاَبِیْ حَنِیْفَةَ فِی الْاَنَامِ سِوَاکَ

(ترجمہ) اے سخی دونوں جہان کے اور خزانہ ذات الٰہی کے پکڑ مجھ کو ساتھ بخشش اپنی کے اور راضی کر مجھے ساتھ رضامندی اپنی کے، میں چاہنے والا ہوں بخشش تیری کو اور نہیں کوئی واسطے ابی حنیفہؒ کے مخلوق میں سوائے تیرے۔

اور حضرت محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز نے بھی اسی طور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے استغاثہ کیا۔

یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِسْمَعْ قَالَنَا   یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ اُنْظُرْ حَالَنَا

اِنَّنِیْ فِیْ بَحْرِ غَمٍّ مُّغْرَقٌ   خُذْ یَدِیْ سَہِّلْ لَّنَا اِشْکَالَنَا

(ترجمہ) اے نبیؐ اللہ کے ہماری عرض کو سنو۔ اور اے دوست اللہ کے ہمارے حال کو دیکھو۔ میں غم کے دریا میں غرق ہوں پکڑو ہاتھ میرے کو اور میری مشکلوں کو آسان کرو۔

اور علامہ امام مناوی کتاب التیسیر بشرح جامع الصغیر بروایت ابی سعید خدری نے بایں طور حدیث صحیح بیان کی ہے جس کا ترجمہ یہ ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ طلب کرو تم اپنی حاجتیں میری امت کے اصحاب رحمت سے یعنی اولیاءؒ و بزرگانؒ دین سے کیوں کہ ان کے دل نرم ہیں خوف الٰہی ہے۔ اور اگر تم ان سے استمداد اور استعانت چاہو گے تو رزق دیئے جاؤ گے۔ یعنی ان کی امداد سے تمہارے دلی مطالب حاصل ہوں گے۔

اسی واسطے تو اولیاءؒ اللہ بھی ایک دوسرے سے استغاثہ کرتے آئے ہیں۔ جیسا کہ شیخ بہاؤ الدین نقشبندی علیہ الرحمتہ نے بایں طور توسل کیا۔

اے پیر دستگیرؒ و ستم مرابگیر   دستم چناں بگیر کہ گویند تو دستگیر

اور حضرت بندہ نواز گیسوؒ دراز نے حضرت غوث اعظمؒ سے اس طرح استغاثہ کیا۔

غریبم نامرادم یا محی الدینؒ جیلانی   زپا افتادہ ام دستم بگیر اے غوثؒ صمدانی

اے حضرت مولانا مولوی نور الدین جامی قدس سرہ نے بایں طور استغاثہ کیا۔

یاغوث اعظمؒ مددے یا شاہ جیلانؒ مددے   یاشاہ شاہاںؒ مددے یامرشد پاکاںؒ مددے

اور بھی میں اس طرح کے بہت ثبوت دیتا۔ مگر طول کا لحاظ ہے۔ پس انبیاءؑ و اولیاءؒ سے مدد مانگنا اور حرف یا سے ان کو پکارنا ہر طرح ثابت ہو گیا۔

زیارت اہل قبور
یعنی
انبیاءؑ و اولیاءؒ

اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک کی زیارت کے لئے سفر کر کے جانا اور وہاں آپؐ سے دعا مانگنا کمال ثواب و دعا مستجاب ہے۔ کہ یہ امر بھی قرآن مجید و احادیث اور اجماع امت سے ثابت ہے۔ قولہ تعالیٰ: وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا

یعنی جناب باری نے فرمایا اے میرے حبیبؐ جب لوگ ظلم کریں اپنے نفسوں پر اور تیرے دربار پر حاضر ہو کر مجھ سے بخشش طلب کریں۔ اور آپؐ بھی ان کے لئے مجھ سے بخشش مانگیں تو میں ضرور تیری خاطر ان کو بخش دوں گا۔

دوسری آیت شریف وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ یعنی جو شخص اللہ اور رسولؐ کی محبت میں اپنے گھر سے بارادہ ہجرت نکلا۔ اور راستہ میں وہ فوت ہو گیا۔ تو اس کا اجر خدا کے ذمہ ہو گا۔ یعنی جو شخص میری محبت کے ذریعہ ہجرت کر کے تیرے دربار کو چلا۔ اور راستہ ہی میں فوت ہو گیا۔ یعنی وہاں تک پہنچ نہ سکا۔ تو اس کی بخشش میرے ذمہ ہو گی۔

پس ان آیات سے ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار پر انوار پر جانا ثواب تو کیا ان کے لئے بخشش کا خطاب ہوا۔

اس جگہ مخالف لوگ دو حدیثیں بنا کر پیش کرتے ہیں۔ ایک کا ترجمہ یہ ہے۔ کہتے ہیں حضرتؐ نے فرمایا۔ کہ سفر کرنا سوائے ان تینوں مسجدوں کے نہ چاہئے۔ یعنی کعبہ و مسجد نبوی اور بیت المقدس۔

دیکھو ان کی غلطی کہ ان تینوں کے سوا اور دنیاوی کاموں کے لئے سفر کرنا حضرتؐ

نے کب منع فرمایا ہے۔

دوسری کا ترجمہ : کہتے ہیں آپ نے فرمایا۔ کہ میری قبر کو عید نہ بناؤ۔ اس کا معنی یہ نہیں کہ میری قبر کی زیارت نہ کرو۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ میری قبر پر آکر بدعتوں کی باتیں نہ کرو۔ یعنی کھیل و تماشہ وغیرہ نہ بناؤ۔

اور بھی ان حدیثوں کو تمام محدثین ضعیف اور غلط بناتے ہیں۔ اور راوی بھی ان کے معتبر نہیں۔ ایک عبداللہ بن نافع جو مجروح ہے۔ دوسرا جعفر مجہول الحال ہے۔ اور پچھلی دو آیتیں بھی ان کو منسوخ کر رہی ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اے میرے حبیبؐ جو گنہگار تیرے دربار پر حاضر ہو کر مجھ سے بخشش طلب کریں۔ تو میں تیری خاطر ضرور ان کو بخش دوں گا۔

اور بھی یہ خدا کی بخشش صرف آپ کی حیاتی پر مقید نہیں۔ بلکہ آپ کے وصال کے بعد بھی ہمیشہ کے لئے باقی ہے۔ جیسا کتاب جواہر منظم میں حضرت علیؑ سے روایت ہے۔ جس کا یہ ترجمہ ہے کہ وصال حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک اعرابی شخص نے آپؐ کے مزار مبارک پر کھڑے ہو کر عرض کی۔ کہ یارسولؐ اللہ میں بہت گنہگار ہوں۔ آپؐ میرے لئے دعائے مغفرت فرماویں۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تربت شریف سے آواز آئی۔ کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے بخش دیا ہے۔

پس اسی طرح کی تو اور بھی بہت حدیثیں ہیں۔ جو علامہ صاحب ابن حجر مکی رحمتہ اللہ علیہ نے جواہر المنظم میں نقل کی ہیں۔ حدیث مَنْ زَارَ قَبْرِیْ وَجَبَتْ لَهٗ شَفَاعَتِیْ یعنی حضرتؐ نے فرمایا۔ کہ جو شخص میری مزار کی زیارت کرے گا۔ اس کے لئے میری شفاعت واجب ہو گئی۔

حدیث دیگر مَنْ حَجَّ الْبَیْتَ وَلَمْ یَزُرْنِیْ فَقَدْ جَفَانِیْ یعنی حضرتؐ نے فرمایا۔ جس نے کعبہ کا حج کیا اور نہ کی میری زیارت۔ اس نے مجھ پر ظلم کیا۔

اور حدیث دیگر مَنْ زَارَنِیْ بَعْدَ مَوْتِیْ فَکَاَنَّمَا زَارَنِیْ فِیْ حَیَاتِیْ یعنی حضرتؐ نے فرمایا۔ جو شخص بعد وفات میری زیارت کرے گا تو اس نے گویا میری زیارت حیاتی میں کی۔ نقل از کتاب طبرانی و جوہر منظم و بیہقی و درالسنینہ۔ پس

ان احادیث سے ثابت ہوا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک پر جانا ضروری ہے۔ یہاں تک تو حضرتؐ نے فرما دیا۔ کہ جو شخص بدوں عذر کے میرے روضہ پر نہ گیا۔ تو پس اس نے ظلم کیا مجھ پر۔ دیکھو ظالموں پر خدا کی لعنت ہے۔ جیسا حق سبحانہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لَعۡنَتُ اللّٰہِ عَلَی الظّٰلِمِیۡنَ

زیارت اولیاء کرامؒ

اور زیارت علماءؒ و اولیاءؒ کا بھی ذکر سنیئے۔ اسی طرح تو تمام اولیائےؒ کرام کی قبروں پر بھی جا کر زیارت سے مشرف ہونا۔ اور ان سے دعا طلب کرنا بھی جائز ہے۔

جیساکہ شرح برزح میں اس طرح حدیث وارد ہے۔ رَوٰی اَنَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اِذَا تَحَیَّرْتُمْ فِی الْاُمُوْرِ فَاسْتَعِیْنُوْا بِاَھْلِ الْقُبُوْرِ یعنی حضرتؐ نے فرمایا کہ جب متحیر ہو تم اپنے کاموں میں پس مدد طلب کرو اہل قبور سے۔

اور جیسا کتاب مجمع البرکات و مطالب اور رسالہ زیارت القبور علامہ برہان الدین سے علامہ فاضل عبدالغنی نے اپنی تصنیف ذوالفقار حیدری صفحہ ۱۲۹ پر بایں طور تحریر کیا ہے۔ وَاِنْ کَانَ قَبْرُ عَبْدٍ صَالِحٍ وَّیُمْکِنُہٗ اَنْ یَّطُوْفَ حَوْلَہٗ ثَلٰثَۃَ مَرَّاتٍ یَفْعَلُ وَیَقُوْلُ فِی الطَّوَافِ اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ یعنی اگر کسی آدمی صالح کی قبر ہو۔ اگر ہو سکے تو اس کے گرد طواف کریں تین بار' اور طواف میں اس طرح کہے۔ کہ اے پروردگار میرے دے تو ہم کو نیکی دنیا میں اور دے تو بھلائی آخرت میں اور پناہ دے عذاب دوزخ سے۔

اور بھی شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اپنی کتاب انتباہ فی سلاسل اولیاءؒ اللہ میں بایں طور تحریر فرماتے ہیں۔ چوں بمقبرہ در آید بروح آں بزرگوار اداکند اگر سورہ فتح یا فلاں فلاں سورت و بعض سورتہا کہ دروقت زیارت بخوانند چنانچہ سورہ ملک وغیرہ ذالک بخواند و بعدہ ہفت بار طواف کند اس میں طول عبارت ہے۔ صرف مطلب کو تحریر کیا ہے۔

اور بھی محک الطالبین و تحقیق حق المبین میں یوں لکھا ہے وَاِنْ کَانَ عَبْدٌ صَالِحٌ وَیُمْکِنُ اَنْ یَّطُوْفَ حَوْلَہٗ طَافَ ثَلٰثًا اَوْ سَبْعًا (ترجمہ) اگر کسی عالم یا ولی کی قبر ہو۔ تو اس کے گرد پھرنا تین بار یا سات بار جائز ہے۔

اور اگر گھومنا بزرگوں کی قبروں کے گرد حرام ہوتا۔ تو حرم شریف حطیم سے مزار حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نکالی جاتی۔ حالانکہ وہ مزار اقدس حطیم میں ہے۔ جس کے گرد حضرتؐ کے زمانہ سے لے کر اب تک طواف ہو رہا ہے۔ اور کسی نے اس کو

شرک یا کفر وغیرہ نہیں کہا۔

پس اسی طرح تو اولیاءؒ اللہ کی قبر پر بھی طواف کرنے میں کوئی قباحت نہیں۔ قباحت تو کیا خداوند کریم نے تو اولیاءؒ اللہ کو ایسی تعظیم و طاقت دی ہے کہ وہ ہر کس کی بات سنتے ہیں۔ اور بوقت مصیبت امداد دیتے ہیں۔ جیسا کہ تفسیر مظہری میں لکھا ہے اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یُعْطِیْ لِاَرْوَاحِھِمْ قُوَّۃَ الْاَجْسَادِ فَیَذْھَبُوْنَ مِنَ الْاَرْضِ وَالسَّمَاءِ وَالْجَنَّۃِ حَیْثُ یَشَاءُوْنَ وَیَنْصُرُوْنَ اَوْلِیَاءَھُمْ وَیُدَمِّرُوْنَ اَعْدَاءَھُمْ اِنْشَاءَ اللّٰہُ (ترجمہ) بے شک اللہ تعالیٰ نے عطا کی ہے۔ ان کو یعنی اولیاءؒ کے ارواح کو قوت مثل اجساد کے زمین و آسمان و جنت وغیرہ کو جہاں چاہتے ہیں' جاتے ہیں۔ اور مدد کرتے ہیں' اپنے دوستوں کی' اور تکلیف پہنچاتے ہیں' ان کے دشمنوں کو۔

اور بھی اسی طرح مولوی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمتہ نے اپنے رسالہ تذکرۃ الموتیٰ والقبور میں لکھا ہے۔ کہ ارواح ایشان یعنی اولیاءؒ اللہ از زمین و آسمان و بہشت ہر جاکہ خواہند میروند دوستاں و معتقدان را در دنیا و آخرت مدد گاری میفرمائند دشمناں را ہلاک میسازند۔

اور بھی ملا علی قاری صاحب نے مرقات شرح مشکواۃ میں یوں لکھا ہے۔ فَلَا فَرْقَ لَھُمْ فِی الْحَالَیْنِ وَلِذَا قِیْلَ اَوْلِیَاءُ اللّٰہِ لَا یَمُوْتُوْنَ وَلٰکِنْ یَّنْتَقِلُوْنَ مِنْ دَارٍ اِلٰی دَارٍ الخ یعنی اولیاءؒ اللہ کی دونوں حالتوں حیات و ممات میں کچھ فرق نہیں۔ اس لئے کہ اولیاءؒ اللہ مرتے نہیں' بلکہ نقل کرتے ہیں جیسا ایک گھر سے اُٹھ کر دوسرے گھر کی طرف تشریف لے جاویں۔

پس اولیاءؒ اللہ بھی مثل شہداءؒ کے زندہ ہیں۔ بلکہ اولیاءؒ کے حق میں حضرتؐ فرماتے ہیں کہ باطنی جہاد کے شہدا ہیں۔ کیونکہ اپنے نفس کے ساتھ جہاد کرنا جہاد اکبر ہے۔

پس اب دین کے صرّاف انصاف فرماویں کہ ایسے لوگوں کے ساتھ کینہ و دشمنی رکھنا درحقیقت خدا کو اپنا دشمن بنانا ہے۔ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْھَا۔ کیونکہ ایک تو ان اولیاءؒ اللہ کا زندہ ہونا خدا کے قرآن اور حضرتؐ کی احادیث سے ثابت ہو چکا۔ دوسرا اولیاءؒ اللہ کا

معنی دوست خدا ہے۔ پھر اللہ کے دوستوں کی زیارت کو جانا۔ اور ایسے زندہ لوگوں سے مدد مانگنا کونسا شرک و کفر ہے۔

بلکہ خدا تعالیٰ نے تو اصحاب قبور کی امداد کے منکر کو عذاب کا مستحق فرمایا ہے۔ جیسا کہ فرمایا قولہ تعالیٰ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ قَدْ يَئِسُوا مِنَ الْآخِرَةِ كَمَا يَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ أَصْحَابِ الْقُبُورِ یعنی اے ایمان والو مت دوستی کرو اس قوم سے جن پر اللہ تعالیٰ نے غضب کیا ہے وہ آخرت سے ناامید ہو چکے ہیں۔ جیسے کافر لوگ قبر والوں سے ناامید ہوئے کہ وہ کچھ نہیں کر سکتے۔

پس ثابت ہوا کہ اہل قبور کی امداد وغیرہ سے منکر لوگ نص قطعی سے کافر ہیں۔ نَعُوذُ بِاللہِ مِنْهَا الٹی سمجھ والوں کو تو خدا ہی ہدایت کرے۔ آمین

بزرگانؒ کی نذر و نیاز دنیا
اور
ان کی منّت ادا کرنا

اور بزرگانؒ خدا کو نذر و نیاز دینا اور ان کی منت وغیرہ بھی ادا کرنا جائز ہے۔ جیسا کہ حق سبحانہ' تعالیٰ اپنے قرآن کریم میں فرماتا ہے یُوفُونَ بِالنَّذْرِ وَیَخَافُونَ یَوْمًا کَانَ شَرُّہٗ مُسْتَطِیْرًا یعنی مومن وہ ہیں جو پورا کرتے ہیں نذر و منت کو' ڈرتے ہیں اس دن سے کہ جس کی برائی پھیل پڑنے والی ہے سب پر۔

تفسیر مجددی وغیرہ میں دیکھو۔ کہ یہ آیت شریفہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ' کے بارے میں ہے۔ جب آپ کے فرزند حضرت امام حسین علیہ السلام بیمار ہو گئے تھے۔ تب جناب امیرؓ نے نذر مانی۔ اور اس کو ادا بھی کیا۔

اور بھی اسی طرح حدیث صحیح میں ہے کہ ایک عورت نے منت مانی تھی۔ کہ میں حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے سرمبارک پر دف بجاؤں گی۔ اور اس کو آپؐ نے اجازت دی۔ اور اس نے دف بجائی۔ چنانچہ یہ حدیث مشکوٰۃ میں باب النذر فصل ثانی میں بایں الفاظ مذکور ہے۔ وَعَنِ ابْنِ عَمْرِ ابْنِ شُعَیْبٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ جَدِّہٖ اِنَّ اِمْرَءَاۃً قَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ نَذَرْتُ اَنْ اَضْرِبَ عَلٰی رَاسِکَ بِالدَّفِ قَالَ اَوْفِیْ بِنَذْرِکَ رَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ

اور ایک حدیث میں یوں مذکور ہے کہ ایک شخص نے کہا یا حضرتؐ میں نے نذر مانی تھی کہ جب حضورؐ فتح مکہ کریں گے تو میں دو رکعت نماز بیت المقدس میں ادا کروں گا۔

اور کتاب طوامع الانوار شرح درمختار سے صاحب فتاوے سندیہ نے یوں لکھا ہے۔ کہ نذر ماننے والا اس طور سے نذر مانے۔ کہ اے اللہ میں نے تیرے لئے نذر مانی ہے۔ کہ اگر میرا فلانا عزیز غائب شدہ آجائے' یا میری دلی حاجت پوری ہو' یا میرا بھائی

صحت پائے۔ تو میں فلانے بزرگ کے فقیروں کو کھانا کھلاؤں گا۔ یا اس کی مسجد میں چٹائی ڈالوں گا یا تیل یا ان کے دربار کے فقیروں کو اس قدر روپیہ دوں گا کہ ان کو ان سے نفع ہو۔ تو ایسی نذر کا ادا کرنا ضروری ہے۔ جو خاص حلال و پاک ہے۔

آداب بزرگانؒ و تعظیمی سجدہ کے بیان میں

اور بزرگانؒ خدا کے آگے تعظیمی و تکریمی سجدہ کرنا اور ان کے آگے جھکنا اور ہاتھ پاؤں کو بوسہ دینا اور ان کے ہاتھ میں ہاتھ ملانا جائز ہے۔ لیکن عبودیت کا سجدہ کرنا تو خاص اللہ تعالیٰ کے لئے ہے غیر کو ہرگز جائز نہیں ہے۔ مگر تعظیمی و تکریمی سجدہ کرنے میں کوئی شرک وغیرہ نہیں ہے۔

اس کے ثبوت میں بزرگ لوگ بہت روایات پیش کرتے ہیں۔ جیسا صاحب محیط و فتاویٰ جواہر۔ قلمی صفحہ ۲۳۷ میں لکھا ہے اَلسُّجُوْدُ لِلسُّلْطَانِ اِذَا کَانَ بِقَصدِ التَّعْظِیْمِ وَالتَّحِیَّةِ دُوْنَ الْعِبَادَةِ لَا یَکُوْنُ کُفْرًا لِاَنَّ الْمَلٰئِکَةَ اُمِرُوْا بِالسُّجُوْدِ لِاٰدَمَ عَلَیْهِ السَّلَامُ وَاُمِرُوْا اِخْوَةُ یُوْسُفَ عَلَیْهِ السَّلَامُ بِالسُّجُوْدِ (ترجمہ) سجدہ واسطے بادشاہ کے جبکہ ہووے واسطے ارادہ تعظیم اور تحیتہ کے سوائے سجدہ عبادت کے تو کوئی کفر نہیں ہے۔ اس لئے کہ فرشتوں کو حکم دیا گیا واسطے سجدہ آدم علیہ السلام کے اور بھی یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کو یوسف علیہ السلام کے لئے سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا تھا

پس اس عبارت سے معلوم ہوا۔ کہ سجدہ تعظیمی و تکریمی کرنے میں انسان کافر نہیں ہوتا۔ ورنہ فرشتگان و اخوان یوسف علیہ السلام کو خدا اس سجدہ کا حکم ہرگز نہ دیتا۔ کیونکہ یہ خدا کی شان میں نہیں کہ ان کو شرک و کفر کی تعلیم دیوے۔ معاذ اللہ۔

اور تفسیر روفی میں تحت آیہ کریمہ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰئِکَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْا اِلَّآ اِبْلِیْسَ یوں لکھا ہے یعنی یاد کرا اے میرے حبیبؐ جب ہم نے کہا فرشتوں کو کہ یکبار سجدہ کرو تم آدمؑ کو تعظیم کا۔ پس سجدہ کیا تمام ملائکہ نے۔ مگر ابلیس نے انکار کیا۔

اور صاحب تفسیر بیضاوی نے بھی اس سجدہ کے یہ معنے کئے ہیں۔ وَاَمَّا الْمَعْنٰی اللُّغْوِیُّ هُوَ التَّوَاضُعُ یعنی اس سجدہ کے لغوی معنے ادب و تواضع کے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ اپنے بڑے بزرگوں کی خاطر اپنے سر کو ادب سے جھکانا جائز ہے۔ چنانچہ قول تعالیٰ وَاخْفِضْ جَنَاحَکَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ الخ اور وَاخْفِضْ جَنَاحَ الذُّلِّ

(ترجمہ) جھکا لیجئے اپنے پروں کو یعنی بازوؤں کو ایمانداروں کے لئے اور الذل کے معنے تذلل و تواضع و فروتنی کے ہیں پس اس طرح کا ادب و تعظیم بحکم خدا ہر کس پر واجب و روا ہے۔

اور بھی صحیح ترمذی میں یہ حدیث ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کے گروہ کو چند باتوں کی نصیحت فرمائی۔ تو انہوں نے محبت و ادب کے سبب آپ کے ہاتھوں اور پاؤں کو بوسہ دیا۔ اور آپؐ کی نبوت کی تصدیق کی۔ وہ یہ الفاظ ہیں۔ فَقَبَّلُوْا یَدَیْہِ وَرِجْلَیْہِ وَقَالَ نَشْھَدُ اَنَّکَ نَبِیٌّ یعنی انہوں نے آپؐ کے ہاتھ اور پاؤں کو بوسہ دیا۔ اور کہا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپؐ نبی ہو اللہ کے۔

اور کتاب تنبیہہ الغافلین میں ہے کہ ایک اعرابی نے حضور پرنورؐ سے اذن مانگا۔ کہ آپؐ کے پاؤں اور سرمبارک کو بوسہ دوں۔ تو آپؐ نے اس کو اجازت فرمائی۔ وَھُوَ ھٰذَا قَالَ اَعْرَابِیٌّ اِئْذَنْ لِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُقَبِّلُ رَاءسَکَ وَرِجْلَیْکَ فَاَذَّنَ لَہٗ فَقَبَّلَ رَاءسَہٗ وَرِجْلَیْہِ (الحدیث)

پس یہ سب ادب اور تواضع ہے۔ مگر تواضع بھی کئی قسم کی ہوتی ہے۔ تواضع واسطے نبیؐ کے۔ تواضع واسطے مومنوں کے اور واسطے والدین کے اور بڑوں کے۔ غرض جیسا کہ کسی صاحب کا مرتبہ ہو' ویسی ہی اس کی تواضع کرنی جائز ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں اَنْزِلِ النَّاسَ مَنَازِلَھُمْ

اور بھی بخاری شریف میں ہے۔ کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے عبادہؓ بن اسامہ کی تعظیم کے لئے سر کو جھکا لیا۔ یہاں تک کہ دونوں ہاتھوں کو زمین پر مارا۔ یہ حدیث شفا قاضی عیاض میں بایں الفاظ تحریر ہے۔ وَرُوِیَ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ مُحَمَّدَ ابْنِ اُسَامَۃَ بْنِ زَیْدٍ فَتَمَیَّلَ لَہٗ ھُوَ مُحَمَّدُ بْنُ اُسَامَۃَ فَطَاطَاءَ ابْنُ عُمَرَ وَنَقَرَ بِیَدَیْہِ الْاَرْضَ دیکھو اس طرح کی تعظیم و تکریم اور ادب وغیرہ سے تو مخلوق میں خلق اور محبت بڑھتی ہے۔ نہ کہ معاذ اللہ اس میں کوئی شرک و کفر پایا جاتا ہے۔

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کا بیان

کافراں دیدند احمدؐ رابشر این نمے دانند کہ آں شق القمر

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نور خدا کے نور سے ہے۔ چنانچہ قولہ تعالیٰ قَدْ جَآءَکُمْ مِنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّ کِتٰبٌ مُّبِیْنٌ (ترجمہ) تفسیر حسینی میں ہے کہ نور حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ہے۔ اور کتاب مبین سے مراد قرآن شریف ہے۔

اور کتاب مواہب لدنیہ امام احمد قسطلانی اور عبدالرزاق نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ حضرت جابر نے عرض کیا۔ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَنْ اَوَّلُ شَیْئٍ خَلَقَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی قَبْلَ الْاَشْیَاءِ قَالَ یَا جَابِرُ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی خَلَقَ قَبْلَ الْاَشْیَاءِ نُوْرَ نَبِیِّکَ مِنْ نُوْرِہٖ (ترجمہ) جابر نے کہا۔ اے پیغمبرؐ خدا میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں مجھ کو بتلائیے کہ وہ کون سی چیز ہے کہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے سب چیزوں سے پہلے پیدا کیا۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ اے جابرؓ اللہ تعالیٰ نے سب چیزوں سے پہلے تیرے نبیؐ کا نور اپنے نور سے بنایا۔ پھر اس نور سے تمام خلق کو پیدا کیا۔

اور صاحب تجلی الیقین صفحہ ۳۳ پر بایں طور نقل فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا۔ یارب العالمین۔ میری کنیت ابی محمدؐ کس لئے ہوئی۔ حکم ہوا۔ کہ اپنا سر اٹھا۔ اور دیکھ۔ آدم علیہ السلام نے سر اٹھایا۔ اور دیکھا تو عرش پر نور محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم نظر آیا۔ عرض کی' اے پروردگار یہ نور کیسا ہے۔ حکم ہوا۔ ھٰذَا نُوْرُ نَبِیٍّ مِنْ ذُرِّیَّتِکَ اِسْمُہٗ فِی السَّمَآءِ اَحْمَدُ وَفِی الْاَرْضِ مُحَمَّدٌ لَوْلَاہُ مَا خَلَقْتُکَ وَلَا خَلَقْتُ السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ الخ

یعنی جناب باری نے فرمایا۔ یہ نور ایک نبیؐ کا ہے۔ جو تیری اولاد سے ہے۔ اس کا نام آسمان میں احمدؐ اور زمین میں محمدؐ ہے۔ اگر یہ نہ ہوتا۔ تو میں تجھ کو بھی نہ بناتا۔ اور نہ ہی آسمان و زمین کو پیدا کرتا۔

اور صاحب بحرالحقائق فرماتے ہیں کہ وجہ تسمیہ آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی نور کے ساتھ یہ ہے کہ اول جو چیز حق سبحانہ' تعالیٰ اپنے نور قدم کے ساتھ ظلمت خانہ عدم

سے وجود میں لایا۔ وہ نور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا۔ چنانچہ آنجناب خود فرماتے ہیں۔

حدیث شریف اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ یعنی سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرا نور پیدا کیا۔ اور اس کے بعد تمام عالم کو اسی نور سے ظاہر فرمایا۔

اور امام غزالی علیہ الرحمتہ اپنی کتاب دقائق الاخبار میں بڑی تشریح سے حضرتؐ کے نور کے ظہور کا بیان کرتے ہیں۔

اور بھی مولوی غلام قادر تفسیر قادری میں سورہ نون پارہ ۲۹ میں نٓ کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ نون سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ہے۔ خدا تعالیٰ اس کی قسم اٹھا کر فرماتا ہے۔ وَاَنْزَلْنَا عَلَیْکُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًا جناب باری نے فرمایا۔ کہ اتارا ہم نے اوپر تمہارے نور مبین۔ یعنی رسول علیہ السلام کا نور۔

اور مدارج النبوت میں شاہ عبدالحق دہلوی علیہ الرحمتہ بھی حدیث رقم فرماتے ہیں اَنَا مِنْ نُوْرِ اللّٰہِ وَکُلُّ شَیْئٍ مِنْ نُوْرِیْ یعنی حضرتؐ نے فرمایا۔ کہ میں اللہ کے نور سے ہوں۔ اور تمام چیزیں میرے نور سے۔

شیخ سعدی علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں ؎

کلیمے کہ چرخِ فلک طور اوست
ہمہ نور ہا پرتو نور اوست

اور نقد النصوص فی شرح الفصوص میں مذکور ہے۔ کہ اصلی جائے ظہور اور بازگشت تمام خلائق کی حضرت حقیقت الحقائق ہیں اور وہ حقیقت محمدی اور احمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ جو جامع اور تمام کمالات الٰہی و تمام مراتب ملکی و انسانی وغیرہ ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔

اور بھی حکیم ترمذی نے نوادرالاصول صفحہ ۶۸ میں اکوان سے یہ حدیث بیان کی ہے۔ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمْ یَکُنْ یُرٰی لَہٗ ظِلٌّ فِیْ شَمْسٍ وَّلَا قَمَرٍ قَالَ ابْنُ سَبْعٍ مِنْ خَصَائِصِہٖ اِنَّ ظِلَّہٗ کَانَ لَا یَقَعُ عَلَی الْاَرْضِ وَاِنَّہٗ کَانَ نُوْرًا فَکَانَ اِذَا مَشٰی فِی الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ لَا یُنْظَرُ لَہٗ ظِلٌّ الخ یعنی آنحضرت صلی

اللہ علیہ وسلم کا سایہ نظر نہ آتا تھا نہ دھوپ میں اور نہ چاندنی میں۔ ابن سبع نے کہا۔ کہ حضور علیہ السلام کے خصائص سے یہ امر تھا۔ کہ آپؐ کا سایہ زمین پر نہ پڑتا تھا۔ اور آپؐ نور تھے۔ جب آپؐ دھوپ یا چاندنی میں چلتے۔ تو آپؐ کا سایہ نظر نہ آتا تھا۔ نقل از معراج محمدیہ صفحہ ۸۔

اور حضرت مولانا مولوی غلام محی الدین قصوری علیہ الرحمتہ تحفہ رسولیہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بایں طور نظم فرماتے ہیں۔

نور خدا بود درون و بروں

نور چشاں گفت کہ چند است و چوں

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر و باطن نور خدا ہیں۔ نور خدا کو کس طرح چون و چرا کہہ سکتے ہیں۔ پس تمام اولیائے کرام و علمائے عظام ہر ایک عامل و کامل قائل ہیں کہ رسول پاک کا نور خدا کا نور ہے۔

اَنْتَ شَمْسٌ اَنْتَ قَمَرٌ اَنْتَ نُورٌ فَوقَ نُورٌ

اَنْتَ لَا شَکَّ مُحَمَّدٌ اَنْتَ مِصْبَاحُ الصُّدُورِ

یعنی آپ شمس اور آپ قمر اور آپ نورٌ علیٰ نور ہیں۔ اور آپ بے شک محمد صلی اللہ علیہ وسلم چراغ سینوں کے ہیں۔

اور بھی شیخ سعدی علیہ الرحمتہ آپؐ کے حق میں فرماتے ہیں۔

تو اصل وجود آمدی از نخست دگر ہرچہ موجود شد فرع تست

یعنی آں ذات ابتدا سے کل موجودات کی اصل ہیں اور ماسوا جو کچھ موجود ہے وہ سب حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کی فرع ہے۔

اور بھی صاحب تفسیر روٗنی مجددی اپنی تفسیر میں یہ مضمون نظم فرماتے ہیں۔

محمدؐ شمعِ ایوانِ نبوّت محمدؐ مشعلِ بزمِ فتوت

محمدؐ آفتابِ مشرقِ نور محمدؐ ماہتابِ مطلعِ سور

محمدؐ مظہرِ سرّ الٰہی محمدؐ کانِ نورِ لاتناہی

محمدؐ باعثِ تخلیقِ عالَم محمدؐ مفخرِ حوّا و آدمؑ

محمدؐ رحمتہ اللعالمین ہیں بروز دین شفیع المذنبیں ہیں
نہ ہوتے وہ توکُل عالمَ نہ ہوتا کبھی تخمِ ظہور اللہ نہ ہوتا

پس یہ بات تو عین ثبوت کو پہنچ گئی' کہ خدا کے نور سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ہوا۔ جس سے تمام مخلوق نے ظہور پکڑا۔ مگر افسوس صد افسوس! اس امت کے جاہل لوگوں پر جو اس نور کو بجھانا اور مٹانا چاہتے ہیں۔ یعنی اپنے پیغمبرؐ کے فضائل کو زائل کر کے ان کی ہتک و توہین لوگوں کو سناتے ہیں۔ مگر ہم کہتے ہیں کہ مخالف کتنا ہی زور لگائیں۔ اور واویلا مچائیں۔ پروردگار منکروں کے انکار سے اس اپنے نور کو کبھی نہ مٹائے گا اور نہ ہی بجھائے گا۔ بلکہ اپنے محبوب کے دشمنوں کو جھوٹا بنائے گا۔

چنانچہ قولہ تعالیٰ يُرِيدُونَ أَنْ يُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللَّهُ إِلَّا أَنْ يُتِمَّ نُورَهُ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ○ هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ○

(ترجمہ) جناب باری فرماتے ہیں۔ کہ ارادہ کرتے ہیں مخالف لوگ یہ کہ بجھاویں منہ اپنے سے نور اللہ کا اور اللہ ایسا نہیں کرے گا۔ بلکہ اللہ پورا کرتا ہے نور اپنے کو' اگرچہ کتنا ہی اس سے انکار کریں کافر لوگ۔ اور اللہ وہ ہے جس نے بھیجا رسولؐ اپنے کو ساتھ حق کے تاکہ غالب کرے اس کو اوپر سب دینوں کے' اگرچہ ناخوش ہوں اس بات پر مشرک لوگ۔

یعنی فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ لوگ میرے نور کو بجھانا چاہتے ہیں۔ مگر میں اپنے نور کو اور زیادہ کروں گا۔ اگرچہ مخالف کتنا ہی زور لگائیں۔ اور واویلا مچائیں۔ میں اپنے رسولؐ کا دین ہر دینوں پر غالب کروں گا۔

ہم کہتے ہیں اگر نور رسولؐ اللہ کا نور نہ ہوتا۔ تو آپؐ کا سایہ کیوں نہ تھا۔ اور اگر آپؐ نور نہ تھے۔ تو آگے اور پیچھے کیسا دیکھتے تھے۔ خاکی پیچھے سے نہیں دیکھ سکتا۔ اور بھی خاکی اندھیرے میں مثل دن کے نہیں دیکھ سکتا۔ یہ بھی سب دلائل ہیں رسولؐ اللہ کے نور ہونے پر۔

پس جو اس کا منکر ہے۔ وہ مومن نہیں کہلا سکتا۔ اللہ تعالیٰ منکروں کو ہدایت

کرے۔ تاکہ شان محمدیؐ سے انکار نہ کریں۔ (آمین ثم آمین)

حسن یوسفؑ سے فزوں تر ہے رسولؐ اللہ کا
وہ ہے نورِ چشم یعقوبؑ اور یہ نور اللہ کا

وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِهٖ وَاَهْلِ بَیْتِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ

تمام شد

جناب قطب الاقطاب حضرت پیر سید قطب علی شاہ بخاری قادری پیر محلوی رح

کی

دیگر تصنیفات

در ردِ مذہب اہل تشیع

(۱) شوائط البرکات فی ردِ رمی الجمرات

(۲) رسالہ ردِ شیعہ بقول امامیہ

(۳) رسالہ انوارِ قدسیہ فی ردِ رموزِ بدلیعہ

(۴) فہرست نہج البلاغتہ

(۵) اِمدادِ الٰہیہ

(۶) الہاماتِ الٰہیہ

(۷) رسالہ حیاتُ النبیؐ — در ردِ وہابیت

در رموزِ معرفت

(۸) اسرار المعرفت

(۹) مناظرہ ہیر و قاضی

(۱۰) رسالہ مراۃ الفقراء (ملفوظات قطبیہ) مرتب فقیر سلطان احمد

(۱۱) وصال نامہ حضرت پیر سید قطب علی شاہ صاحب

(۱۲) مکتوباتِ عشق تصنیف حضرت پیر سید شیر محمدؒ گیلانی قادری ، فتحپوری ۔

کتابوں کے ملنے کا پتہ :

ناظمِ کتب خانہ دربار سندیلیانوالی شریف اسٹیٹ براستہ پیر محل ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ